رجسٹرڈ نمبر اے ۳۲۲۳

علمی، ادبی، اقتصادی، تاریخی، سیاسی، اردو، عربی

ماہنامہ

قائد
مرادآباد

مدیر مسئول
سید محی الدین اختر اسلام

ترسیل زر کا پتہ
(مولانا حکیم) انظار احمد فیل خانہ مرادآباد

قائد التحریر
سید محمد میاں

سالانہ سفید کاغذ گلیز عہ/ سفید کاغذ رف عہ/
ششماہی " " عہ " " ۱۲ر

برقی پریس ساہے کمپنی مرادآباد

فی پرچہ ۳ر
نمونہ مفت

سیاسیات سے متعلق مفکرین و مدبرین کی بلند پایہ تصانیف

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم اور سیاسی انقلاب

مسلم سوشلسٹ

مولانا محمد میاں صاحب کی معرکۃ الآرا اور عجیب و غریب تصنیف ہے جو اپنے موضوع پر پہلی کتاب ہے جس میں اسلام اور سوشلزم۔ عقیدہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا اثر سیاسیات عالم پر۔ عقیدہ توحید کی سیاسی تشریح اور اسکا سیاسیات پر اثر۔ وغیرہ وغیرہ عنوانات پر نہایت کامیاب اور دلچسپ بحث کی گئی ہے نئے نظریوں کے پیش نظر اس کتاب کا مطالعہ ہر مسلمان بلکہ ہر انسان کو ضروری ہے۔ کتابت طباعت عمدہ۔ قیمت صرف ۵ر

اپنے موضوع پر سب سے پہلی نہایت جامع کتاب

آسمانی حکومت کی تصویر ترجمہ حکومت الٰہی

از حضرت علامہ غازی مولانا محمد عبداللہ صاحب منصور انصاری مدظلہ مقیم کابل۔ مسلمانوں کی تباہی و بربادی کا اصلی سبب اس کے سوا کچھ نہیں کہ انہوں نے حکومت الٰہی کے مقابلہ میں انسانوں کی حکومتوں کو قائم ہوتے دیکھا اور خاموش رہے۔ اس کتاب میں اسلامی اصول کو اعتبار سے بادشاہ صدر اعظم۔ پارلیمنٹ۔ خلافت۔ امارت وغیرہ کی تشریح کرکے اصول جہانبانی پیش کئے۔ غیر الٰہی حکومتوں کے اصول سے موازنہ کرنے پر زمین اور آسمان کا فرق معلوم ہوگا قیمت ۳ر

حکومت خود اختیاری

مصنفہ عالی جناب سید طفیل احمد صاحب سابق ایم۔ ایل۔ سی یہ کتاب سیاسیات کے متعلق بہترین تصنیف ہے۔ جس کا مدت سے انتظار تھا ہندوستان میں برطانوی سیاست کی مسلسل تاریخ ہے۔ جس کے ہر ہر لفظ کی تصدیق سربرآوردہ انگریزوں کے اقوال یا کمیٹیوں کی رپورٹ سے کی گئی ہے۔ علما اور نوجوانوں کو اسکا مطالعہ از بس ضروری ہے کتابت طباعت عمدہ قیمت عہ

کمال نمبر ۵۵ھ

غازی مصطفےٰ کمال پاشا کی وفات کے موقع پر قائد نے غازی موصوف کی وطنی خدمات۔ مختصر سوانح حیات پر نظم و نثر کا بیش بہا مرقع شائع کیا ہے قیمت ہر محصول ۱ر

مسلمانوں کا روشن مستقبل

ہندوستان بالخصوص مسلمانان ہند کی تین سو سالہ مذہبی سیاسی تعلیمی تاریخ کا مجموعہ مصنفہ مولانا سید طفیل احمد صاحب (علیگ) کتاب دس ابواب پر مشتمل ہے۔ حقیقتاً فاضل مصنف نے اس کتاب میں مسلمانان ہند کے عروج و زوال کا اس بہتر انداز میں نقشہ کھینچا گیا ہے جو دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے حجم ۶۰۸ صفحات سائز ۲۰×۳۰ قیمت ڈھائی روپیہ علاوہ محصولڈاک

امامت امت

مصنفہ حضرت مولانا محمد بن عبداللہ الانصاری مدظلہ قرآن پاک اور احادیث مقدسہ کی روشنی میں اسلامی حکومت کا مختصر نقشہ نہایت عام فہم طرز پر پیش کرکے علماء ہند سے استصواب کیا گیا ہے۔ ہر مسلمان کو اس کا مطالعہ لازمی ہے اسی لئے اس کی قیمت ار رکھی گئی ہے۔

مسٹر جناح کے معمہ کا حل

یہ حضرت شیخ الہند مولانا سید حسین احمد صاحب کا مدلل اور مفصل بیان ہے کہ ہم لوگ مسلم لیگ میں کسطرح داخل ہوئے اور اور کیوں اس سے علیحدہ ہوئے۔ اس کے مطالعہ سے مسلم لیگ کا غلط طرز عمل بے نقاب ہو جاتا ہے

قیمت ۱۰ر علاوہ محصولڈاک

کتبخانہ فخریہ شاہی کمپنی امروہیہ گیٹ مراد آباد

صدیق نمبر ۱۳۵۹ھ

یعنی

رسالہ قائد کا دوسرا سالنامہ

محرم الحرام سنہ ۵۹ھ میں شائع ہوگا

جس میں صدیق اکبر سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق مندرجہ ذیل عنوانات پر خاص اور اہم مضامین ہوں گے

(۱) زندگی مبارک کے حالات
(۲) صدیق اکبر اور استحقاق خلافت
(۳) مرتبہ صدیقیت
(۴) دلائل صدیقیت و صدیقی کارنامے
(۵) خلافت راشدہ کی حقیقت
(۶) اسلام میں خلافت اور حکومت
(۷) عہد صدیقی کی فتوحات
(۸) عہد صدیقی کا اقتصادی نظام
(۹) عہد صدیقی کا شرعی نظام
(۱۰) عہد صدیقی کا جنگی نظام

اس نمبر کی عام قیمت ۱۲ر ہوگی۔ لیکن ان حضرات کی خدمت میں

مفت

پیش کیا جائے گا جو قدیم خریدار ہوں اور اپنا واجب چندہ ۱۵ محرم الحرام سنہ ۵۹ھ تک ادا کر چکے ہوں یا ۱۵ محرم الحرام سنہ ۵۹ھ تک ایک روپیہ بھیجکر اپنا نام جدید خریداروں میں لکھوا دیں

ترسیل زر کا پتہ - حکیم انظار احمد مدیر انتظامی رسالہ قائد - فیلخانہ مراد آباد

اطلاع

دو سال کے تجربہ سے ثابت ہو گیا کہ ایک روپیہ سال میں رسالہ اپنے مصارف نہیں پورے کر سکتا مزید برآں کاغذ کی گرانی نے ضخامت کے کم کرنے پر بھی مجبور کر دیا - لہٰذا طے کیا گیا ہے کہ یکم مارچ سنہ ۴۰ء سے رسالہ کی قیمت عا کر دی جائے گی - البتہ ختم فروری تک جو حضرات عہ دیدیں گے اُن کو سالگرہ نمبر بھی مفت ملیگا اور سال بھر کے پرچے بھی بھیجے جائیں گے

نفحۃ العرب (جدید)

یہ کتاب پہلے بھی طبع ہو چکی ہے۔ حضرت مصنف مولانا محمد اعزاز علی صاحب نے اس مرتبہ نہایت مفید اشعار اور حکایات کا بہت زیادہ اضافہ فرما دیا ہے۔ نیز ترتیب بھی بدل دی ہے۔ ابتدائً چھوٹی چھوٹی حکایتیں۔ پھر رفتہ رفتہ بڑی بڑی حکایتیں۔ کتب خانہ فخریہ نے نہایت احتیاط سے بہترین کتابت کے ساتھ اعلیٰ قسم کے کاغذ پر طبع کرایا ہے۔ پہلے ۹۶ صفحات تھے۔ اب ٹائٹل کے علاوہ ۱۳۶ صفحات ہیں۔ کاغذ بھی پہلے سے بہت گراں ہو گیا ہے مگر قیمت میں صرف ۴ر اضافہ ہوا ہے۔ یعنی پہلے قیمت تھی ۱۲ر۔ اب عہ۔ ذیل میں نفحۃ العرب کے متعلق اکابر ملت کی آراء میں سے صرف دو رائیں درج کی جاتی ہیں :-

شیخ الہند حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند

ادب عربی کے ابتدائی اور متوسط درجہ کے لئے آج تک کوئی ایسی کتاب موجود نہ تھی جس میں ادبی محاسن کے ساتھ اخلاقی اصلاحی اور تاریخی حیثیت کا بھی لحاظ رکھا گیا ہو۔ اس کتاب میں ان مواد کے جمع کرنے میں مولف نے اپنے جس حسن انتخاب کا ثبوت دیا ہے وہ ادبی نصاب کی عام کوتاہیوں کے مقابلہ میں قابل صد تحسین و تہنیت ہے۔ سیرت نبویہ علیہ التحیہ والتسلیم۔ سیرت صحابہ۔ عشرہ مبشرہ وغیرہما کے مبارک عنوانات۔ ادبی قابلیت پیدا کرنے کے ساتھ پاکیزہ اخلاق بلند معیار خصائل اور اسلامی و مذہبی جذبات کے داعی و محرک ہیں۔ میرے نزدیک ہندوستان کے کسی اسلامی و عربی مدرسہ کا اس کے درس سے خالی رہنا ایک مفید چیز سے محروم رہنا اور اس کے تعلیمی نصاب میں کوتاہی کی دلیل ہے۔ لہٰذا مجھے امید ہے کہ دار العلوم دیوبند اور تمام مدارس اسلامیہ جلد از جلد اس کتاب کو درس ادب کا جز بنا کر اپنے نصاب کو بلند معیار بنانے کی سعی کریں گے۔ ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ

حضرت علامہ مولانا سید فخر الدین احمد صاحب شیخ الحدیث جامعہ قاسمیہ مراد آباد

نفحۃ العرب کے مطالعہ سے مستفیض ہوا۔ روحانی سرور حاصل کیا۔ ادب کی دلچسپیوں میں عموماً اخلاق و خصائل فلسفہ تاریخ کے مفید نقطہ نظر کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ عموماً جو کتابیں ہندوستان میں داخل درس ہیں وہ اس نقصان سے خالی نہیں۔ مگر مصنف مدظلہ نے اول سے آخر تک کوشش کی ہے کہ ادبی دلچسپی اور بلند معیار ادبیت کے ساتھ اسلامی روایات کی عظمت مسلمانوں کے یادگار اخلاق اور کارنامے پڑھنے والوں کے ذہن نشین ہو جائیں۔ الحمد للہ کہ مصنف اپنے مقصد میں پوری طرح کامیاب رہے ہیں۔ یقین ہے کہ مدارس عربیہ اور عربی یونیورسٹیوں کے ذمہ دار حضرات جلد از جلد اس کتاب کو داخل درس فرما کر حسن احساس کا ثبوت دیتے ہوئے طلبہ کو استفادہ کا موقعہ دیں گے۔ (فخر الدین احمد)

(قیمت عہ علاوہ محصولڈاک۔ ملنے کا پتہ :-

کتب خانہ فخریہ امروہیہ گیٹ مراد آباد

ماہنامہ

قائد

مراد آباد

شرح چندہ

سالانہ عہ

ششماہی ۱۲ر

ممالک غیر سے

سالانہ

۴ شلنگ

ترسیل زر کا پتہ

(مولانا حکیم) انظار احمد مدیر انتظامی۔ فیلخانہ۔ مراد آباد

جلد ۲ | بابتہ ماہ دسمبر سنہ ۳۹ء مطابق ذیقعدہ سنہ ۱۳۵۸ھ | نمبر ۱

عرض

رسالہ قائد اپنے معاونین سے یہ امید رکھتا ہے کہ اس سال جہاں خریداروں کی تعداد میں اضافہ کی کوشش فرمائیں وہاں اپنے اپنے شہروں میں قائد کی ایجنسیاں بھی قائم کرائیں اخبارات اور رسائل کے ایجنٹوں کو ہمارا پتہ دیں جس سے وہ معاملہ کرسکیں۔ مینجر

شیخ کامل مولانا سید احمد صاحب مدنی قدس اللہ سرہٗ العزیز

ہر آنکہ زاد بناچار بایدش نوشید ‏ ‏ ‏ ‏ زجام دہر مئے کل من علیہا فان

حضرت مولانا سید احمد صاحب مدنی کی وفات کی خبر ناظرین کرام اخبارات میں پڑھ چکے ہوں گے۔

آپ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند کے برادر بزرگ تھے۔

آپ کی ولادت ۱۲۹۴ھ میں ہندوستان میں ہوئی۔ موضع الہ داد پور متصل قصبہ ٹانڈہ ضلع فیض آباد آپکا وطن تھا۔ دارالعلوم دیوبند میں آپ نے تعلیم پائی۔ حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب قدس اللہ سرہٗ العزیز کی خاص شفقت اور خصوصی تربیت سے بہرہ اندوز ہوتے رہے۔ حضرت مولانا رشید احمد صاحب قدس اللہ سرہٗ العزیز سے شرف ارادت حاصل کیا۔ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کی زیارت اور دعاؤں سے مشرف ہوئے۔

والد صاحب مع اہل وعیال ہندوستان سے ہجرت فرماکر حرم رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم میں فروکش ہو چکے تھے۔ تینوں بھائی یعنی مولانا محمد صدیق صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ مولانا سید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ مولانا سید حسین احمد صاحب مدظلہ العالی بھی دارالعلوم دیوبند سے فراغت حاصل کرکے حرم اقدس میں حاضر ہوگئے اور وہیں بود وباش شروع کردی

ارشاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بموجب حب وعشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تقاضا ہے۔ ابتلاء وامتحان چنانچہ یہ پورا خاندان شدید ترین امتحان میں مبتلا ہوا۔ افلاس وفقر وفاقہ نے ایک عرصہ تک ڈیرہ ڈالے رکھا۔ لیکن ان حضرات کے پائے استقلال میں جنبش نہیں آئی تو پھر عزت۔ وجاہت اور فراغ دستی کی ظاہری نعمتوں کی بارش بھی خوب ہوئی

۱۹۱۴ء والی جنگ عظیم میں حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب حضرت شیخ الہند قدس اللہ سرہٗ العزیز کو شریف مکہ نے حرم مکہ سے گرفتار کرکے انگریزوں کے حوالہ کردیا۔ حضرت مولانا سید احمد صاحب اور آپکے والد ماجد اور بڑے بھائی اور دیگر حضرات کو ترکوں نے اپنی پناہ اور اپنی حراست میں لیکر "ایڈریانوپل" پہنچا دیا۔ جہاں والد ماجد اور حضرت مولانا محمد صدیق صاحب برادر بزرگ کی وفات ہوئی ـــ جنگ عظیم کے بعد حضرت مولانا سید احمد صاحب کو حجاز مقدس میں واپس کردیا گیا۔ آپنے حرم شریف کا مستقل ارادہ فرمالیا ـــ اس عالمگیر انقلاب کے بعد عرب پر جو تباہی آئی اس نے آپکے حساس قلب کو درد والم میں مبتلا کردیا۔ آپنے حجاز مقدس کی حالت پر گہری نظر ڈالی۔ اُن کی اصلاح اور تربیت کو اپنی زندگی کا نصب العین بنالیا

اسی شوق میں آپنے حرم شریف میں مدرسہ تعلیم الشرع اور دارالیتامی کی بنیاد قائم کی۔ مدرسہ کے ساتھ اقتصادی ترقی کے لئے صنعت وحرفت کا سلسلہ بھی قائم کیا۔ آپ کی بے پناہ جدوجہد نے تھوڑے ہی عرصہ میں اس سلسلہ کو بہت ترقی دی۔ کرایہ کے مکانات کے بجائے ایک عظیم الشان اور خوبصورت عمارت مدرسہ ودارالیتامی کے لئے تعمیر ہوگئی۔

اور پھر ہر ایک حیثیت سے یہ سلسلہ روز افزوں ترقی کرنے لگا

حضرت مولانا سید احمد صاحب ایک مستقل مزاج مدبر اور پیکر عمل ہونے کے باوجود زہد۔ تقوی۔ دیانت اور امانت۔ تواضع انکسار۔ مہمان نوازی اور غربا پروری کے بھی ایک بہترین نمونہ تھے۔ ہندوستان کے حجاج آپ کی زیارت سے مشرف ہوتے۔ مدرسہ الشرع کی روئیداد ہر سال ہندوستان میں اردو زبان میں شائع رہتی ہے۔ جس میں مدرسۃ کے تعلیمی حالات کے ساتھ حضرات معاونین اور چندہ دہندگان اور آمد و صرف کا ذکر بھی ہوتا ہے۔

احتیاط اور دیانت کی حالت یہ تھی کہ ایک لمحہ کے لئے بھی آپکو گوارا نہ تھا کہ کسی مد کا پیسہ کسی دوسری جگہ رہ سکے۔

ایک صاحب نے بیان فرمایا کہ آپ کسی ضرورت سے تشریف لے جا رہے تھے راستہ میں ایک صاحب نے ایک روپیہ دار الیتامی کے لئے دیا۔ آپ فوراً مدرسہ میں واپس تشریف لائے۔ دفتر کا تالا کھولا۔ رسید دی اور چندہ اپنی جگہ جمع کرایا۔ آپ سے اصرار کے ساتھ کہا گیا کہ اس وقت اس تمام تکلیف کی ضرورت نہیں۔ مگر آپ کا جواب یہ تھا کہ "زندگی کا کیا اعتماد"۔

بہرحال آپ کی وفات نے ہند و عرب کے ایک روشن چراغ کو گل کر دیا۔ خدا کرے مدرسۃ الشرع اور دار الیتامی کا کوئی صحیح خادم پیدا ہو۔ جو حضرت موصوف کے نصب العین کو کامیاب کرے۔

آپ ایک عرصہ سے بیمار تھے۔ ابتداء رمضان شریف میں معلوم ہوا کہ آپ پر سحر کیا گیا۔ اور یہ بھی بتایا گیا کہ مکان کے فلاں کمرہ میں ایک ڈبا گڑا ہوا ہے۔ جس میں فلاں فلاں چیزیں ہیں جن پر جادو کیا گیا ہے۔ کمرہ کھودا گیا اور تقریباً ایک گز گہرائی میں وہ ڈبا برآمد ہوا۔ اس کے بعد سحر کا علاج کیا گیا۔ افاقہ بھی ہوا۔

لیکن اس طویل عرصہ میں وہ اعضا کو معطل کر چکا تھا۔ حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب آپ کی دعوت پر زیارت کے لئے تشریف لے جا رہے تھے۔ سوء اتفاق سے جہاز کی روانگی میں ایک ہفتہ سے زیادہ کی تاخیر ہو گئی۔ اور آپ کو کراچی ہی میں چھوٹے بھائی مولانا سید محمود احمد صاحب کے تار سے وفات کا علم ہوا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی میں اس خبر کو نہایت حسرت اور افسوس کے ساتھ سنا گیا۔ اور پھر ایک روز کے لئے مدرسہ بند کر کے حضرت موصوف کے لئے ایصال ثواب کیا گیا۔ تقریباً بیس قرآن شریف ختم کئے گئے

اللھم اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان

قائد میں اشتہار دیکر اپنی تجارت کو فروغ دیجئے۔ منیجر

خلیفۃ اللہ فی الارض کے صبر آزما اور حیرت انگیز امتحانات

حج بیت اللہ اور شعائر اسلام کی تشریح

زمین و آسمان کی تعمیر ہو چکی۔ عرش معلےٰ کو فرامین الٰہیہ کا دفتر قرار دیا جا چکا۔ الرحمٰن علی العرش استویٰ ساتوں آسمان اُس کے سراپردہ بنائے جا چکے۔ نوری۔ ناری اور خاکی ہر ایک جنس کی مخلوق پیدا ہو چکی۔ فرشتوں کی جماعتیں۔ جنات کے غول۔ اِس طرف اُس طرف گشت کر رہے ہیں۔ ایک طرف کو حضرت آدم کا کالبد بھی رونق افروز ہے۔ نہ معلوم یہ کس خیال میں ہوں گے کہ ایک دم خداوندی ارشاد نے ان سب کو چونکا دیا۔ پرشوکت ارشاد یہ تھا۔

انی جاعل فی الارض خلیفۃ — میں زمین میں خلیفہ بنانا چاہتا ہوں

زمین کی خلافت۔ یعنی احکم الحاکمین ملک الملوک ازلی اور ابدی شہنشاہ کی خلافت وہ جلیل الشان منصب ہے کہ کائنات کا کوئی منصب بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

ہر ایک مخلوق کا دل گدگدانے لگا۔ سب کی طبیعتیں اس کو حاصل کرنے کے لئے مچلنے لگیں۔ ارشاد ربانی میں خصوصیت سے ملائک کو خطاب تھا۔ چنانچہ سب سے پہلے اُنہیں کی جانب سے عرضی گزری۔

اتجعل فیہا من یفسد فیہا — کیا آپ ایسی مخلوق کو زمین کا خلیفہ بناتے ہیں

ویسفک الدماء — جو زمین میں فساد پیدا کرے اور خونریزی کرے۔

جنات نے اس وقت تو کچھ نہیں کہا۔ مگر ان کا نمائندہ "شیطان" جو بارگاہ میں حاضر تھا۔ ایک انانیت آمیز اور متکبرانہ خیال دل میں چھپائے ہوئے تھا۔ جس کا اظہار اس وقت ہوا جبکہ اسکو سجدہ کا حکم ہوا۔ خیال یہ تھا کہ میں آگ سے پیدا کیا گیا ہوں۔ آدم خاک سے۔ آگ کو خاک پر فضیلت ہے۔

بہرحال حضرت حق جل مجدہ اپنی شان فرماتے ہیں

ما انا بظلام للعبید۔ — یعنی میں بندوں کے حقوق کو پامال کر کے کسی کو اس کی حیثیت کے مخالف کوئی درجہ نہیں دے سکتا۔

اس کے مربیانہ عدل و انصاف نے ان کی تشفی کے لئے ایک سوال پیش کرا دیا۔ جس سے آدم اور ملائک کی استعدادوں کا امتحان ہو گیا۔ چنانچہ ملائک نے خود بعض کا اعتراف کر کے معذرت کر دی۔

سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العزیز الحکیم

تیری ذات ہر ایک عیب اور نقص سے پاک ۔ ہمیں صرف اتنا ہی علم ہے جتنا تو نے بتا دیا ۔ بیشک تو غالب صاحب دانش ہے ۔

اس مقابلہ کی پوری تفصیل قائد کے گزشتہ نمبروں میں حضرت آدم علیہ السلام کے حالات کے سلسلہ میں ملاحظہ فرما چکے ہوں گے ۔

بہر حال مقابلہ کے امتحان میں سیدنا آدم علیہ السلام کامیاب ہو گئے ۔ اور مسجودیت ملائک کا بلند ترین شرف حاصل کر لیا ۔

فرشتوں نے اس موقعہ پر استحقاق خلافت ثابت کرنے کے لئے عرض کیا تھا

نحن نسبح بحمدک ونقدس لک ہم تیرا شکریہ ادا کرتے ہوئے تیری تسبیح و تقدیس کرتے رہے ہیں ہماری ہر ایک حرکت اور ہمارا ہر ایک سکون تیرے ارشاد کے بموجب ہوتا ہے ۔ ناممکن ہے کسی وقت ہم سے معصیت کا صدور ہو ۔

ملائک جیسی بلند و بالا مخلوق کی یہ اطاعت شعاری اپنے حاکم کی برتری اور ہر ایک نقص و عیب سے انتہائی تنزہ اور اعلیٰ درجہ کی پاکیزگی پر دلالت کرتی ہے ۔ جو عملاً تسبیح و تقدیس ہے ۔

فرشتوں کے اس مایۂ ناز وصف کا جواب اجمالاً یہ دیدیا گیا تھا کہ

انی اعلم مالا تعلمون میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے ۔

نیز چیزوں کے نام پیش کر کے ان کے مسمیات پر تطبیق کا مطالبہ کر کے یہ بھی بتادیا گیا تھا ۔ خلافت کے لئے ایک ترقی پذیر ہئیت کی ضرورت ہے ۔ فقط تسبیح و تقدیس کافی نہیں ۔ مگر تقاضاء عدل یہ ہی تھا کہ عملی طور پر بھی اس وہم کا ازالہ کر دیا جائے ۔ کہ خدا کے فرشتے انی اعلم مالا تعلمون کا عملی دلائل کے ساتھ غیر مشتبہ طور پر مشاہدہ کریں ۔

ایک عجیب لطیفہ ہوا ۔ حضرت آدم علیہ السلام نے تو شجر ممنوعہ کا پھل چکھ لیا ۔ پھر اُن کے پہلوٹے بیٹے (قابیل) نے چھوٹے بھائی "ہابیل" کو عورت کے سلسلہ میں قتل کر ڈالا ۔

اس کے بعد اولاد آدم سے کفر و الحاد بہیمیت اور سبعیت کا وہ ظہور ہوا جس کا نتیجہ طوفان نوح کی شکل میں ظاہر ہوا جس نے کرہ زمین پر بسنے والی ساری مخلوق کو تہ و بالا کر کے فنا کے گھاٹ اتار دیا ۔

ملائک کی فطرت اگرچہ شک و شبہ سے بالا رہتی ہے مگر خیال یہی ہوتا ہے کہ فتنہ و فساد کی اس تمام گرم بازاری کو دیکھتے ہوئے اُن کی تمنا ضرور رہی ہوگی کہ انی اعلم مالا تعلمون کا راز منکشف ہو جائے ۔

عین اُس زمانہ میں کہ ملکیت پوری آن بان اور پورے طمطراق کے ساتھ حضرت رب العزت احکم الحاکمین

ملک الناس کی حقیقی ربوبیت اور الوہیت کے مقابلہ کے لئے بکل کھڑی ہوئی تھی۔ اور حقیقی اور سچی خدائی کو روپوش کرنے کے لئے۔ عزت وجاہ کے پرستاروں نے عوام کی دھوکہ دہی اور دلفریبی کی خاطر پتھروں اور سیم وزر کی مورتیاں ان کے سامنے رکھدی تھیں۔

حضرت رب العالمین جل مجدہٗ انسانوں ہی میں سے اور خاص اسی برسر اقتدار خاندان میں سے ایک سمجھدار، ذہین اور ذکی انسان پیدا کرتے ہیں جو نوع انسان کی اس تمام دجل وفریب پر تنقید کرتے ہوئے کائنات کی تمام چیزوں سے بالا کسی ہستی کی تلاش میں سرگردان ہوتا ہے۔ جو نہ انسان کی طرح موت کا شکار ہو۔ اور نہ چاند اور سورج کی طرح طلوع اور غروب کے انقلابات میں مبتلا ہو

بہرحال اس انسان کامل نے کافی غور وخوض کیا۔ جستجو اور تلاش میں ایک عرصہ تک سرگردان رہا۔ حتیٰ کہ ارحم الراحمین کی رحمت کاملہ نے اسکی دستگیری فرمائی اور خلعت نبوت سے اسکو نوازتے ہوئے وحی اور الہام کے دروازے اسپر کھولدئے۔

والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا — جو ہماری تلاش پوری جدوجہد کرنے میں ہم اُن کو اپنے دوستوں کی رہنمائی کیا کرتے ہیں۔

یہ انسان کامل وہی تھا جس کا نام ابراہیم تھا۔ جس کی مخصوص وصفت یہ تھی کہ اس کے دل وجگر میں رب العالمین کی محبت۔ احکم الحاکمین کی سطوت وشوکت اس درجہ نفوذ کر گئی تھی کہ اس کے مقابلہ پر کائنات کی کوئی چیز حتیٰ کہ خود اس کی اولاد۔ اس کے لخت جگر اور نور چشم کوئی حیثیت نہ رکھتے تھے۔ اسی بنا پر اُس کو خُلّت کا اعلیٰ مرتبہ بخشتے ہوئے خلیل اللہ کا خطاب عطا فرمایا گیا۔

اس نے بھولے اور بھٹکے ہوئے انسان کو للکارا۔ اور ڈنکے کی چوٹ اعلان کردیا۔ کہ انسان کی پیشانی اس لئے نہیں کہ وہ جبار وقہار بادشاہوں کی اونچی اونچی چوکھٹوں پر یا شعبدہ باز انسانوں کی بنائی ہوئی مورتیوں کے سامنے رگڑی جائے وہ تو صرف اسی کے سامنے جھک سکتی ہے جس نے اسکو پیدا کیا۔

تمام انسان جو اپنے جیسے دوسرے کمزور یا نادان انسانوں کو غلام بنائے ہوئے تھے اور اُن کی گمراہی میں اُن کی عزت اور سطوت کا راز مضمر تھا اس اعلان پر بہت چراغ پا ہوئے۔

طے کیا کہ دنیا میں آگ کا ایک جہنم بناکر اس جہنم سے ڈرانے والے کو اس میں جھونک دیا جائے۔

کیوں — صرف اس لئے کہ حقیقی منعم سے گردن موڑنیوالا غریبونکو جاہل اور سافل رکھکر اپنی برتری کا پرچم لہرانے والوں کا اقتدار محفوظ رہے۔

انسانیت نے بہت کچھ سر پیٹا۔ رحم وعدل نے ہزار دوہائی دی مگر وہ انسان جو سولینی کی شکل میں لاکھوں حبشیوں کو زہریلی گیس سے بھون ڈالتا ہے۔ اسپین کے معرکہ قتل وخون میں بھائی کو بھائی سے قتل کراتا ہے اور انسان جو برٹش امپیریلزم کا لارڈ بنکر فلسطینی عربوں کو خاک وخون میں تڑپاتا ہے۔ اپنی اغراض

کے سامنے کب سنتا ہے۔ انسانیت کی داویلا کب سنتا ہے۔ رحم وکرم کی دہائی

آج فرشتے حیرت زدہ تھے۔ قصۂ ازل آن بار بار یاد آ رہا تھا۔ وہ فرشتوں کا عرض کرنا۔ کیا دنیا میں ایسے کو خلیفہ بنائیں گے جو فساد کرتا ہے۔ قتل ناحق سے خونریزی کرتا ہے اور پھر حضرت حق کا جواب دینا انی اعلم ما لا تعلمون اس طرح آنکھوں کے سامنے تھا گویا ابھی ہو رہا ہے۔

مگر عین اس وقت کہ فرشتوں کی حیرت انتہا کو پہنچی ہوئی تھی اور خونریز ظالم اور سفاک انسان کی دست درازی نے سارے ملاء اعلیٰ کو ایک عجیب سانحہ کی طرح متوجہ کر دیا تھا۔

راز سربستہ کی مہر توڑی جاتی ہے روئے حقیقت سے نقاب اٹھا دیا جاتا ہے۔ کس طرح؟

خلیل اللہ کو لایا جاتا ہے۔ تاکہ اس جہنم میں جھونک دیں۔ فرشتے چاہتے ہیں کہ قضا و قدر سے آگے بڑھ کر خدا کے اس معصوم بندے کو نجات دلا دیں۔

مگر حضرت حق جل مجدہ کا سچا خلیفہ۔ اپنے منصب اور حضرت رب العزت کی سب سے اونچی بارگاہ کے ساتھ اپنی ارادتمندانہ وابستگی پر نظر ڈالکر فرشتوں کی پیشکش سے صاف انکار کر دیتا ہے اور کہتا ہے کہ جب کہ میرا خدا مجھے دیکھ رہا ہے تو مجھے کسی دوسرے کی امداد و ہمدردی کی قطعاً ضرورت نہیں۔

شرکت غم بھی نہیں چاہتی غیرت میری　　غیر کی ہو کے رہے یا شب فرقت میری

یہ تھا انی اعلم ما لا تعلمون کا ایک مظاہرہ۔

یہ تھا انی اعلم ما لا تعلمون کا ایک مظاہرہ! حضرت خلیل اللہ علیہ السلام امتحان میں کامیاب ہوتے ہیں رحمت الٰہی براہ راست متوجہ ہوتی ہے۔ سلسلہ اسباب کو اٹھا دیا جاتا ہے فرشتوں کو واسطہ کو درمیان سے حذف کر دیا جاتا ہے اور وصف تکوین جو حضرت حق جل مجدہ کا ازلی اور ابدی وصف ہے ظہور فرماتا ہے۔ یعنی آگ کا پیدا کرنے والا۔ آگ کی حقیقت کو بدل ڈالتا ہے۔ اور اس کے بجائے کہ فرشتوں کو حکم فرما کر حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کو نجات دلائی جاتی۔ خود آگ کو حکم ہوتا ہے کونی بردا و سلاما

بردو سلام بن جا

یہ ہے حضرت حق کا اپنے خلیفہ سے براہ راست تعلق۔ شک و شبہہ والے انسان جن کی نگاہ ہمیشہ اسباب پر مبنی ہے کہا کرتے ہیں کہ آتش نمرود کس طرح گلشن و گلزار بن گئی۔ مگر سوال یہ ہے کہ آگ، آگ کیسے بنی تھی۔

یقیناً ناممکن ہے میرے لئے۔ یا شک و شبہہ کرنے والے کے لئے آگ کو گلشن بنانا۔ لیکن یہ کارنامہ اُسکا ہے جس نے آگ کو آگ۔ پانی کو پانی۔ انسان کو انسان۔ زمین کو زمین۔ اور آسمان کو آسمان بنایا۔

جس نے آفتاب کو نورانی کرہ بنایا۔ اور چاند میں اس کا عکس حاصل کرنے کی صلاحیت پیدا کی هو الذی جعل الشمس ضیاء و القمر نورا

یہ تھا خلیفۃ اللہ کا ایک امتحان۔ لیکن اس کا تعلق صرف حضرت خلیل علیہ السلام کی ذات سے تھا۔ کہا جاتا ہے کہ انسان کو اپنی جان سے زیادہ کوئی عزیز نہیں ہوتا۔ مگر یہ بھی درست ہے کہ وہ اپنے عزیز جگر پاروں کے لئے وہ سب کچھ کر لیتا ہے جو اپنے نفس کے لئے نہیں کرتا۔

ایک خود دار انسان اپنے نفس پر فاقہ اور افلاس کو برداشت کرتے ہوئے ملازمت کو گوارا نہیں کرتا۔ مگر جب وہ اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے کلیجے کے ٹکڑوں کو بھوک سے بلکتا ہوا دیکھتا ہے تو اُس کا صبر و تحمل رخصت ہو جاتا ہے۔ خود داری کو خیرباد کہتا ہے۔ ملازمت کے لئے مضطرب ہو کر نکلتا ہے۔ اور اپنی مسرت اسی میں محسوس کرتا ہے کہ اس کے بچے خوش رہیں۔ وہ برہنہ ہو مگر اپنے بچوں کے لئے اچھے لباس کی فکر کرتا ہے۔

خلیل اللہ علیہ السلام اپنے نفس کے متعلق امتحان سے کامیابی کے ساتھ فارغ ہو چکے۔ حکمت الٰہیہ کا تقاضا ہوا کہ اس عبد کامل۔ اطاعت اور وفاشعاری کی بنیاد قائم کرنے والے اور تمام دنیا کو اسی کا سبق دینے والے کا امتحان اُس کی اولاد کے بارہ میں بھی لیا جائے۔

تاکہ انی اعلم ما لا تعلمون کا ظہور کامل۔ دیگر مخلوقات کے اوپر حجہ اور شک و شبہ کا دروازہ قطعاً بند کر دے۔

عرب کی لق و دق وادی میں ایک میدان ہے۔ پہاڑیوں نے اُسکو دنیا کی آنکھوں سے اوجھل کر دیا ہے۔ سیلاب کے رواں دواں لشکر جب اس طرف آ نکلتے ہیں تو پہاڑوں کی چٹانوں کو دھکیلتے ہوئے پتھروں کو توڑتے ہوئے۔ سنگریزوں کا فرش اس میدان میں بچھا کر ایسے رخصت ہوتے ہیں کہ پھر مدتوں تک تپنے والے سنگریزوں کے جلے بھنے جگر ایک ایک قطرہ کو ترستے رہتے ہیں۔ آفتاب کی کرنیں اس طرف آتی ہیں تو اُس پاس کے پتھر اُن کا اس طرح استقبال کرتے ہیں کہ گویا وہ انکے پیدائشی عاشق ہیں۔ کرنیں چلی جاتی ہیں۔ مگر اُن کے جگر سے نکلنے والے شعلے اب بھی ہواؤں کو گرم ہی کرتے رہتے ہیں۔ آج ایک عجیب واقعہ دیکھا جا رہا ہے۔

ایک بوڑھا۔ جس کی آرزو عمر کے ننانوے سال گذار کر بار آور ہوئی تھی۔ اپنی عزیز رفیقہ حیات کو ساتھ لئے ہوئے اس میدان میں نزول فرماتا ہے۔ بیوی کے آغوش میں وہی معصوم شیر خوار بچہ ہے جو اس صد سالہ بوڑھے کی زندگی کا سرمایہ اور اس کے ٹوٹے جھونپڑے کا روشن چراغ ہے۔

آسمان کا یہ روشن کرہ جس کا نام آفتاب ہے۔ بڑے جوش و خروش سے زیارت کے لئے آتا ہے اور اپنی تیز تیز کرنیں ان پر نچھاور کرنے لگتا ہے۔

بوڑھا شخص بیوی اور بچہ کو اس میدان میں چھوڑتا ہے۔ ایک تھیلا کھجوروں کا ان کے حوالہ کرتا ہے اور پشت پھیر کر ایسا روانہ ہوتا ہے کہ رفیقہ حیات کے بار بار پکارنے پر بھی متوجہ نہیں ہوتا۔

آخر وہ خدا کی پاک بندی پکارتی ہے ۔۔۔ کیا خداوند رب العالمین کا یہی حکم ہے؟ بوڑھا شخص اپنے بھی

زبان سے جواب نہیں دیتا۔ ہاں سر سے اشارہ کر کے بتا دیتا ہے "یہی حکم ہے"۔

عورت ہے۔ کس عورت۔ یہ سنتی ہے۔ اطمینان اور سکون کے اثرات اس کی وحشت کو دور کر دیتے ہیں۔ اور رب العزت پر اعتماد اور توکل کی بے پناہ قوت اُس کو تمام دنیا سے بے نیاز کر کے اس وحشت زدہ میدان میں معصوم بچے کے ساتھ رہنے پر راضی اور خوش کر دیتی ہے۔ ننھے سے بچے کی جانب متوجہ ہوتی ہے۔ پیار کرتی ہے۔ کلیجے سے چپٹاتی ہے۔ اور محبت مادری کا ایک فطری جوش اُس کی آنکھوں کو پرنم کر دیتا ہے۔

آج کا دن اسی طرح گذر جاتا ہے۔ ایک سبق آموز نظارہ سے آفتاب کا رنگ زرد پڑ جاتا ہے۔ اور وہ اسی دہشت میں گوشۂ مغرب کی روپوشی اختیار کر لیتا ہے۔

دوسرا یا تیسرا دن ہے۔ آفتاب کی کرنوں نے اس میدان کو ایک تنور بنا رکھا ہے۔ شدت تشنگی نے عورت کو پریشان کر رکھا ہے اور اس سے زیادہ اس بچہ کو لب دم کر دیا ہے۔ عورت حیران ہو کر سب طرف پانی تلاش کرتی ہے جہاں تک نظر کام کرتی ہے۔ ریت اور سنگریزوں یا پتھروں کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ اتنی طاقت نہیں رہی کہ بچہ کو گود میں اٹھا کر لے چلے۔ بچہ کو میدان کے بیچ میں چھوڑتی ہے۔ اور سامنے کی پہاڑی پر پہنچتی ہے۔ سب طرف پانی تلاش کرتی ہے۔ نگاہ تھک جاتی ہے۔ وہاں سے نیچے اترتی ہے۔ دوسری پہاڑی پر چڑھنا چاہتی ہے۔ بیچ کے نشیبی حصہ میں جب پہنچتی ہے تو بچہ آنکھوں سے اوجھل ہو جاتا ہے۔ خیال ہوتا ہے کوئی درندہ نہ حملہ کر دے۔ نشیبی حصہ کو دوڑ کر طے کرتی ہے۔ پہاڑی پر پہنچتی ہے۔ مگر وائے ناکامی کہ پانی کا یہاں پہنچکر بھی کوئی نشان نہیں ملتا۔

اپنی تشنہ لبی کے ساتھ بچہ کی تشنگی نے ایسا سراسیمہ کر رکھا ہے کہ وہ بار بار اسی طرح چڑھتی اور اُترتی اور دوڑتی ہے۔ لیکن ساتویں مرتبہ جب وہ پہاڑی پر کھڑی ہوئی سب طرف پانی کی تلاش کر رہی تھی تو دفعۃً بچہ پر جب نظر پڑی ہے تو اس کی ایڑی کے پاس پانی کا چشمہ فوارہ کی طرح اُبلتا ہوا نظر آتا ہے۔

اب فرط مسرت کا کوئی ٹھکانا نہیں۔ دل چاہتا ہے کہ فوراً بچے کے پاس پہنچے۔ اور جب اپنے رب العالمین کی اس نعمت اور رحمت کا خیال کرتی ہے تو اُس کی سلیم فطرت چاہتی ہے کہ یہیں سجدہ میں اُس کو ڈال دے۔ بہرحال وہ بچے کے پاس پہنچتی ہے۔ اور اس خیال سے کہ پانی بہہ کر بیکار نہ جائے پانی کے چاروں طرف مٹی کی ڈول لگا دیتی ہے۔

پانی پیا۔ بچہ کو پلایا۔ ایک دوسرا کرشمہ قدرت نظر آیا۔ کہ پیاس بھی جاتی رہی اور شکم بھی سیر ہو گیا۔ گویا یہ پانی کیا ہے دودھ ہے جو غذا کا بھی کام دیتا ہے۔ اور پانی کا بھی۔

تم نے سمجھا یہ چشمہ کیا ہے۔ اور یہ واقعہ کس کا اور کہاں کا ہے۔ یہ چشمہ وہی ہے۔ جس کو آج بھی زمزم کہتے ہیں۔ جس کا پانی جس مقصد کے لیے پیا جائے اسی کے لیے کارگر ہے۔ آب شفا ہے۔ نہیں بلکہ آب فلاح ہے۔ یہ میدان وہی ہے۔ جہاں اہل ایمان کا قبلہ ہے۔ یعنی وادی مکہ معظمہ۔

اور یہی پہاڑیاں ہیں جو صفا اور مروہ کے نام سے مشہور ہیں۔ یہ بچہ وہی ہے جو اہل ایمان کا مورث اعلیٰ ہوا۔ یعنی سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام۔ یہ پاک خصلت فرشتہ صفت خاتون سیدہ ہاجرہ ہیں یعنی ایمان والوں کی مادر محترم۔

اور یہ پیرِ دانا۔ وہی خلیل اللہ ہیں۔ جنہوں نے ہمارا نام مسلمان رکھا۔ اور جنہوں نے ملت ابراہیمی کی بنیاد قائم کی۔

ملۃ ابیکم ابراھیم۔ ھو سماکم مسلمین

یہ تھا دوسرا امتحان۔ حضرت خلیل اللہ کا۔ جس میں آپ نے حکم خدا کی تعمیل میں اپنی عزیز رفیقہ حیات اور عزیز ترین لخت جگر کو خدا کے نام پر وادی غیر ذی زرع میں چھوڑا۔ جہاں سے واپس ہوتے ہوئے آپ نے دعا کی تھی

ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتک المحرم ربنا لیقیموا الصلوۃ فاجعل افئدۃ من الناس تھوی الیھم وارزقھم من الثمرات لعلھم یشکرون

اے ہمارے پروردگار میں نے بسا دیا ہے اپنے چند عزیزوں کو ایک بےخبر وادی میں جو کاشت کے قابل بھی نہیں۔ تیرے واجب الاحترام بیت کے پاس۔ اے ہمارے پروردگار مقصود یہ ہے کہ یہ لوگ نماز کو قائم کریں۔ خداوندا اب کچھ آدمیوں کے دل ان کی طرف متوجہ فرما۔ بارالہا۔ ان کو کچھ پھلوں کا رزق عطا فرما۔ بہت ممکن ہے یہ شکر ادا کرتے رہیں۔

آبادی مکہ بہر حال حضرت ہاجرہ اور سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے اس امتحان میں بھی کامیاب ہوتے ہیں۔ اور حضرت ہاجرہ صبر و استقامت کے طفیل میں ایک چشمہ انعام میں حاصل کر لیتی ہیں۔ عرب کے ریگستان میں ایک بیش بہا دولت بلکہ دولتوں کنجی مانا جاتا ہے۔

ایک قبیلہ جس کو "بنو جُرہم" کہا جاتا تھا۔ وہ اسی میدان کے قرب و جوار میں آباد تھا پرندوں کی آمد سے اُس نے چشمہ کا سراغ پا لیا۔ حضرت ہاجرہ کی خدمت میں اس قبیلہ کے سردار حاضر ہوئے۔ چشمہ سے پانی کی اجازت چاہی۔ اور سیدہ ہاجرہ کے جوار میں رہنا شروع کر دیا۔ یہ تھا آبادی مکہ مکرمہ کا آغاز۔

گاہے گاہے خلیل اللہ علیہ السلام تشریف لاتے۔ بیوی اور بچہ کو دیکھتے اور اپنی قیامگاہ پر ملک شام میں تشریف لے جاتے۔

تاریخ دنیا کی سب سے مقدس قربانی مذکورہ بالا امتحانات اس وقت لئے گئے کہ جب خلیفۃ اللہ حضرت خلیل علیہ السلام " کی عمر مبارک پک چکی تھی۔ عہد طفولیت کی بے نیازی شباب کی امنگیں ختم ہو چکی تھیں۔ لیکن موقعہ تھا کہ عہد طفولیت میں بھی کسی خلیفۃ اللہ کی پختگی ثابت کر دی جائے۔

ذی الحجہ کی آٹھویں شب ہے حضرت خلیل علیہ السلام مصروف راحت ہیں۔ بیدار ہوتے ہیں تو ایک خواب کے باعث تردد لاحق ہے۔

تردد اس میں نہیں کہ اس پر عمل کرنا دشوار ہے- تردد اس میں ہے کہ یہ خواب "خداوندی رویا" ہے- یا شیطانی وسوسہ-

آٹھویں ذی الحجہ کا دن- اسی تردد[ف] اور اسی غور و فکر میں گذر جاتا ہے- پھر رات آتی ہے- اور خداوندی نعمتوں کو برمحل استعمال کرنے والے حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نعمت شب کو اُس کی غرض کے لئے استعمال فرماتے ہیں-

جعل اللیل سکنا- خداوند عالم نے رات کو سکون بنایا-

سکون اور راحت سے فارغ ہوتے ہیں تو قلب پر تردد کے بجائے اطمینان کا اثر ہے- کیونکہ آج اس خواب نے مکرر سامنے آکر ثابت کر دیا- کہ وہ الہام ربانی ہے- اب توجہ عالی عمل کی جانب مبذول ہوتی ہے-

وہ ننھا سا جگر پارہ- جس کا نام اسمٰعیل ہے جو اپنے بزرگترین باپ کے ساتھ اب باہر جانے آنے لگتا ہے- جس کی نقل و حرکت باپ کی شفقت اور ماں کی محبت کے سامنے ایسی معلوم ہوتی ہے کہ گویا دل کا ٹکڑا زمین دوڑ رہا ہے- آج مخصوص شفقت کا مستحق ہے- کیونکہ وہ حضرت حق جل مجدہٗ کے امتحان کے لئے پیش کیا جائیگا- بلایا جاتا ہے- چمکار کر بٹھایا جاتا ہے- اور خواب کا قصہ اُس کے سامنے پیش کیا جاتا ہے

یا بنی انی اری فی المنام انی اذبحك فانظر ماذا تریٰ- بیٹا میں متواتر خواب میں دیکھ رہا ہوں کہ میں تمہیں ذبح کر دوں- اب تم بھی غور کرو کہ تمہاری کیا رائے ہے-

ممکن تھا کہ اس مشورہ کے بغیر ہی خواب کے ایما کو پورا کر دیا جاتا- مگر خلیفۃ اللہ کا امتحان عہد طفولیت میں نہ ہو سکتا بہرحال انی اعلم ما لا تعلمون کا عجیب و غریب کرشمہ خدا کے فرشتوں نے دیکھا- جب اس طفل معصوم نے نہایت متانت اور سنجیدگی سے جواب دیا-

یا ابت افعل ما تؤمر ستجدنی انشاء اللہ من الصابرین- اباجان! آپ کو جس کام کا حکم کیا گیا ہے، کر دیجئے آپ مجھے انشاء اللہ صابر پائیں گے-

باپ کے لئے اس سے زیادہ کیا مسرت ہو سکتی ہے کہ اس کا بیٹا صحیح جانشین ہو-

اس وقت بیٹے کی فطری محبت- اس کی بے نظیر سعادت اور متانت- ایثار اور جذبہ فداکاری نے قلب خلیل اللہ پر کیا اثر کیا ہوگا- اپنی خوش نصیبی پر خداوند عالم کا کتنا شکر ادا کیا ہوگا- بتانے کی چیز نہیں نہ ضرورت-

بہرحال حضرت خلیل اللہ علیہ السلام سامان ذبح فراہم کرتے ہیں- حضرت ذبیح کو ساتھ لیتے ہیں اور پہاڑیوں کی جانب روانہ ہوتے ہیں- تاکہ جاں بخش و جان آفریں کی بارگاہ میں اُس کی عطا فرمودہ نعمت کا نذرانہ پیش کر دیں-

---

[ف] بعد کی نسلوں نے اس تاریخی واقعہ کی یادگار میں اس دن کا نام یوم الترویہ رکھا یعنی غور و فکر کا دن ۱۰ ذی الحجہ کا نام یوم النحر ہے- یعنی ذبح کا دن ۱۲

راستہ میں ایک مقدس صورت بڑے میاں نظر آتے ہیں - اور حضرت خلیل اللہ کو اُن کے اس اقدام سے باز رہنے کی نصیحت فرماتے ہیں - اور حضرت خلیل اللہ علیہ السلام لاحول پڑھتے ہیں - اور فرط جذبہ میں یکے بعد دیگرے سات مرتبہ اس کے اوپر پتھر مارتے ہیں - یہ بڑے میاں غائب ہو جاتے ہیں - چند قدم چلتے ہیں تو پھر دوسری صورت بدل کر یہی حضرت ابلیس حاضر ہوتے ہیں اور وہی وعظ و نصیحت کرتے ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام پھر ان پر پتھر پھینکتے ہیں وہ پھر غائب ہو جاتے ہیں - چند قدم چلنے کے بعد پھر یہی حضرت ایک تیسری صورت اختیار کر کے تشریف لاتے ہیں اور اس طرح وعظ و نصیحت کرتے ہیں کہ برطانیہ کے جاں نثار تنخواہ دار سی - آئی ڈی کے پیر اور مولوی شرما جائیں - مگر وہاں حضرت خلیل جیسے نیض نفس انسان پر کس کی جادو چل سکتا ہے - لامحالہ پتھر کھاتے ہیں اور بھاگنے پر مجبور ہوتے ہیں -

اب حضرت خلیل علیہ السلام قدم بڑھاتے ہیں - عرفات کی پہاڑیوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے - ہاتف غیبی پکارتا ہے کہ تاخیر کی کیا ضرورت ہے -

قربانی کے شوق میں چلنے والے اور دوڑنے والے مُنّے سے صاحبزادے کے ننھے ننھے قدم بھی تھکنے لگے ہیں - ایک پہاڑی کے دامن میں یہ دونوں یعنی خلیفۃ اللہ اور ابن خلیفۃ اللہ قیام فرماتے ہیں - دم لیتے ہیں - 　　چھوٹے خلیفہ " اللہ والد ماجد کو وصیت کرتے ہیں :-

" ابا جان ! ممکن ہے شفقت پدری انجام دہی فرض میں کوتاہی پیدا کر دے - لہذا چھری تیز کر لیجئے - اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ لیجئے اور میرے ہاتھ پاؤں بھی باندھ دیجئے - ممکن ہے اضطراب کی شکل میں میرا ہاتھ چھری سے مزاحمت کرے یا ذبح کے بعد میرا تڑپتا ہوا لاشہ آپ کے لئے باعث ملال ہو - اپنا کرتا اتار دیجئے ممکن ہے خون کی چھینٹیں پڑ جائیں اور والدہ صاحبہ دیکھیں تو قلق ہو - میرا کرتا بھی اتار لیجئے اور وہ والدہ صاحبہ کو میری یادگار کے طور پر دیدیجئے - اُس سے سکون پیدا ہوگا "

بہر حال حضرت خلیل ان تمام نصیحتوں پر عمل کرتے ہیں - مگر عجیب کرشمہ ہے کہ جب چھری چلاتے ہیں تو وہ اپنا کام نہیں کرتی - اٹھتے ہیں اور پھر چھری کو تیز کرتے ہیں اور دوبارہ انجام دہی فرض کے لئے کمر بستہ ہوتے ہیں - مگر اس مرتبہ بھی صورت وہی ہے - تیسری مرتبہ جھنجلا کر اُٹھتے ہیں - چھری کو رگڑ رگڑ کر گرم کرتے ہیں - اس مرتبہ چھری کام کرتی ہے - 　　حضرت ابراہیم علیہ السلام تکمیل فرض کا شکر خدا کرتے ہوئے آنکھوں سے پٹی سرکاتے ہیں - مگر دیکھتے ہیں کہ صاحبزادہ کے بجائے ایک دنبہ ذبح کیا ہوا سامنے ہے - 　　حیرت زدہ ہو جاتے ہیں - 　　صدمہ ہوتا ہے کہ شاید میرا کوئی قصور ہے کہ مجھے اس قربانی کی توفیق نہیں ہوئی جس کا حکم تھا - اس وحشت میں ایک سناٹا سا نکل جاتا ہے - خیال ہوتا ہے کہ شاید حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے کوئی حیلہ کیا - اُن پر خفا ہوتے ہوئے اُٹھتے ہیں - کہ خداوندی وحی کا پر کیف ترنم حضرت ابراہیم کو نذر مسرت دیتا ہے -

فلما اسلما وتله للجبین
ونادینٰہ ان یّا ابراھیم قد
صدقت الرویا۔ انا کذلک
نجزی المحسنین
ان ھذا لھو البلاء المبین
وفدینٰہ بذبح عظیم۔ و
ترکنا علیہ فی الاخرین
سلام علیٰ ابراھیم۔
کذلک نجزی المحسنین۔ انہ
من عبادنا المومنین۔ و
بشرنٰہ باسحاق نبیًا من
الصالحین
وبارکنا علیہ وعلیٰ اسحاق
ومن ذریتھما محسن وظالم
لنفسہ مبین　(سورہ والصافات)

جب ان دونوں نے (حضرت ابراہیم اور اسمٰعیل علیہما السلام) نے خود کو ہمارے سپرد کر دیا۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسمٰعیل کو پیشانی کے بل نیچے ڈال دیا۔ ہم نے ندا دی اے ابراہیم تم نے اپنی خواب پر پوری طرح عمل کر لیا۔ ہم احسان کرنیوالوں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔ بیشک یہی واضح اور روشن امتحان ہے۔
ہم نے اس کے فدیہ میں ایک بہت بڑا ذبیحہ پیش کر دیا۔ اور ہم نے حضرت ابراہیم پر آنیوالی نسلوں میں ہمیشہ کیلئے مدح و ثنا باقی رکھی۔ حضرت ابراہیم پر سلام
ہم ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں احسان کرنے والوں کو بے شک وہ ہمارے مومن بندوں میں سے ہیں اور ہم نے حضرت ابراہیم کو بشارت دی اسحاق کی جو نبی ہوں گے نیک بندوں میں سے۔
اور ہم نے ابراہیم پر اور اسحٰق پر برکتیں نازل کیں۔
اور ان دونوں کی اولاد میں سے اچھے بھی ہیں اور اپنے نفس پر کھلم کھلا ظلم کرنے والے بھی۔

حضرت حق جل مجدہ کے سچے خلیفہ کی یہ سچی تاریخ ہے جس نے اولاد آدم کو ملائک کے سامنے سرخرو کیا اور حضرت رب العزت کے پر اسرار ارشاد انی اعلم ما لا تعلمون کا نظارہ ملاء اعلیٰ کے سامنے پیش کر دیا۔

ہم نے دیکھا۔ خداوند عالم نے اپنے اُن برگزیدہ بندوں پر دنیا میں کیا کیا انعامات نازل فرمائے۔ آخرت کے انعامات آخرت میں دیکھے جائیں گے۔ دنیا کا ایک عظیم الشان انعام یہ ہے کہ تاریخ عبودیت اور تاریخ انسانیت کے ان عالی قدر رہبروں کے کارنامے آنے والی نسلوں کے شعار بن گئے۔ جن کی یادگاری ہی حضرت حق کی خوشنودی کا ذریعہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حج مبرور کا بدلہ صرف یہی ہے کہ خداوند عالم اس بندے کو جنت عطا فرما دے۔ مگر حج مبرور کیا ہے صرف یہ کہ سچے جذبہ۔ صادق ایمان کے ساتھ ان یادگاروں کو منائے۔

حضرت ابراہیم کو حکم ہوا کہ خداوند لامکان کا وہ مجازی بیت جس کو حضرت آدم نے سینہ زمین پر قائم کیا تھا۔ اور جو طوفان نوح میں بے نشان ہو گیا تھا۔ دوبارہ تعمیر کریں۔

واذ یرفع ابراھیم القواعد من　　جب ابراہیم علیہ السلام بیت کی بنیادوں کو بلند کر رہے تھے

البیت و اسمٰعیل ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم — اور اسمٰعیل اُن کے ساتھ تھے۔ یہ دعا کرتے ہوئے کہ کہ اے ہمارے پروردگار ہماری یہ خدمت قبول فرما تو سمیع و علیم ہے

اس مقدس بیت کی تعمیر ہو چکی تو حکم ہوا۔ واذن فی الناس بالحج یاتوک رجالا و علی کل ضامر یاتین من کل فج عمیق — لوگوں میں حج کا اعلان کر دیجئے۔ آپ کے پاس پاپیادہ اور دُبلی پتلی اونٹنیوں پر آئیں گے جو دور دراز راستوں کو طے کر کے آپ کے پاس پہونچیںگی۔

آج یہی بیت ہے۔ جس کا طواف حج کہلاتا ہے جو امت اسلامیہ پر فرض ہے۔

طواف بیت اللہ سے فارغ ہو کر پرستاران حق۔ اور آثار ابراہیم کی اتباع کرنے والے خدا کے سچے بندے۔ ان پہاڑیوں پر جاتے ہیں۔ جن پر چڑھ کر حضرت ہاجرہ نے پانی تلاش کیا تھا۔ جس کا نام صفا اور مروہ ہے۔

بیشک حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سامنے نہیں اور اگرچہ اُن کا مزار مقدس کعبہ مکرمہ کی دیوار کے نیچے حطیم میں ہے۔ مگر عام حجاج کو اس کی خبر بھی نہیں لیکن شریعت غرا نے صفا اور مروہ پر چڑھنے اور ان دونوں کے بیچ میں دوڑنے کا حکم اسی لئے دیا ہے کہ یہاں وہ مقدس خاتون دوڑی تھیں۔ جن کے شوہر اور جن کے گوشہ جگر کے آثار باقی رکھنے کا اعلان۔ رب العزت کر چکا تھا۔

وترکنا علیہ فی الآخرین — ہم نے آنے والی نسلوں میں اُس پر توصیف و ثنا کو باقی چھوڑا

عرفات کی حاضری فرض ہے۔ کیونکہ یہ وہی مقام ہے جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے لخت جگر کو راہ خدا میں قربان کرنے کے لئے تین مرتبہ کوشش کی تھی۔

قصہ خلافت پڑھا۔ بانیان ملت کی قربانیوں کی داستانیں سنیں۔ کتاب اللہ میں حمد و ثنا قرآن پاک کے نزول اثبات ربوبیت اور اثبات رسالت کے بعد جو چیز سب سے پہلے بیان کی گئی ہے۔ وہ آدم اور ابن آدم کی یہی حیثیت ہے۔

عقل کے بجاریوں نے انسان کی ماہیت بیان کی "حیوان ناطق" یعنی ایسا جاندار جو اور اک کی قوت بھی رکھتا ہو

انہیں عقل کے پرستاروں میں سے ایک یورپ میں پیدا ہوا۔ جس کا نام ڈاروِن تھا۔ اس نے حیوان ناطق کو اصلی جامہ پہناتے ہوئے یہ بھی دعویٰ کر دیا کہ انسان درحقیقت بندر تھا۔ بندر سے ترقی کرتے ہوئے انسان بن گیا۔ لیکن انسانوں کے پیدا کرنے والے نے اوس کی حیثیت کو عام جانداروں۔ بلکہ کائنات کی تمام چیزوں سے بالا کر کے اپنا خلیفہ اور نائب قرار دیا۔

اور وہ سر جو کبھی پتھروں کے سامنے رگڑا جاتا تھا اور کبھی دریاؤں اور درختوں کے سامنے اور کبھی اپنے جیسے انسانوں کی چوکھٹ پر۔ اسکو بشارت دی کہ وہ ہر مخلوق سے اونچا ہے وہ ملائک کا مسجود ہے اسکو صرف ایک اور صرف ایک رب العالمین کے سامنے جھکنا چاہئے۔ اور بس لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہ

انبیاء علیہم السلام کا دور ختم ہوا۔ امت اسلامیہ کو اس خلافت کا حامل قرار دیا گیا۔ مگر وائے حسرت کہ یہی امت جو شب و روز قرآن شریف پڑھتی ہے۔ ہر ایک رمضان میں سیکڑوں ہزاروں کی تعداد بار بار عام اجتماعات میں اس کتاب مبین" کو سنتی اور سناتی ہے۔ مگر افسوس اس کا شعور معطل ہو چکا ہے۔ احساس برباد ہو گیا۔ اتنا نہیں سمجھتی کہ خدا کا خلیفہ۔ کسی کا غلام نہیں ہو سکتا۔ رب العالمین کے خلیفہ کا اصلی اور منصبی فرض ہے کہ رب العالمین کے احکام دنیا میں نافذ کرے۔ اسی کی حکومت کا جھنڈا لہرائے اور اسی کے سطوت و جلال کے پرچم فضاء عالم میں اڑائے۔

آج دنیا کے کتے آپس میں لڑ رہے ہیں۔ ہیبتناک جنگ کے بادل گرج رہے ہیں اور خرمن انسانیت پر ہلاکت کی بجلیاں گرا رہے ہیں۔

خلیفۃ اللہ کا فرض تھا کہ وہ اپنی قوت و شوکت سے ان کتوں کو ڈانٹتا۔ عدل و انصاف قائم کرتا۔ اور خود غرضوں حریصوں اور جوع الارض کے مریضوں کے شانے کس کر تعذیب و تادیب کے تاریک زنداں میں محبوس کر دیتا۔ اور ان کی سزا کو آنے والی نسلوں کے لئے سبق آموز اور عبرتناک تاریخ بنا دیتا۔ مگر افسوس نسوا اللہ فانساھم انفسھم خدا کو فراموش کر دیا۔ خدا فراموشی کا نتیجہ یہ ہوا کہ خود فراموش ہو گئے

خلافت کا لفظ ہم سنتے ہیں اور پڑھتے ہیں۔ مگر ایک شاعرانہ تخیل کی حیثیت سے ــــ وائے بدقسمتی۔ ہندوستان کے غلام مسلمان خوش ہیں کہ اُن کا مذہب آزاد ہے۔ مگر افسوس وہ نہیں جانتے کہ غلام کا مذہب آقا کا فرمان ہوتا ہے۔

آقا کا حکم ہوا ــ" آرمی بل کو پاس کر" غلام حاضر ہے۔ آقا کا حکم ہوا "عسکری تنظیم کر۔" جس کا نصب ہو کہ مولوی کا مذہب غلط" سیکڑوں غلام زادے سروں کو ہتھیلی پر رکھکر نعرے لگاتے ہوئے حاضر ہو گئے۔

عید الاضحی آرہی ہے۔ قربانیاں ہوں گی اور قربانی گاؤ کے ساتھ جگہ جگہ انسانوں کی قربانی نہیں بلکہ ہلاکت بھی ہو گی۔ غلام لڑیں گے۔ آقا خوش ہو گا۔

غلام شکایت کریں گے کہ ہمیں ہندؤوں نے مارا۔ مگر افسوس کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ الٹی کھوپڑی کے انسان جو ہر کس و ناکس کو امیر المومنین۔ قائد ملت۔ بطل حریت بنا ڈالیں۔ زمام شریعت۔ زمام ملت اس کے حوالے کر کے اندھے بہرے بن کر اس کے پیچھے دوڑنے لگیں جو خدا فراموش ہوں۔ کیا کسی رحم کے مستحق ہیں۔

اے خود فراموش انسانو! - اے شرافت خلافت کو گنگا جمنا کی دھاروں میں بہانے والے انسانو! سوچو اور سمجھو۔ یہ قربانی کس لئے ہے۔؟

افسوس تم؟ یا نی اس لئے کرتے ہو۔ کہ ہندو کو برہم کرو۔ اس کا دل جلاؤ۔ اور رواداری کے ہر ایک

حرف کو صفحہ ہستی سے مٹا ڈالو۔ مگر دیکھو جس نے رسم قربانی دنیا میں قائم کی اس کا مقصد یہ نہیں تھا۔ یقین جانو۔ سچ کہہ رہا ہوں۔ اس کا منشا یہ نہیں تھا۔

اُس نے قربانی اس لئے پیش کی کہ خلافت ارضیہ کے استحقاق کی روشن دلیل دنیا کے سامنے پیش کر دے اور بتا دے کہ ایک مسلمان، ایک سچا مومن خلافت الٰہیہ کے پرچم جلال کو سربلند کرنے کے لئے اور خداوندی قانون کو دنیا میں نافذ کرنے کے لئے۔ اسطرح اپنی جان پیش کر سکتا ہے۔ بیشک سیدنا اسمٰعیل کی جگہ حضرت ابراہیم نے دنبا ذبح کیا۔ مگر نہ اس لئے کہ گوشت کھایا جائے نہ اس لئے کہ کسی کا دل جلایا جائے، نہ اس لئے کہ ایک جانور کو ستایا جائے۔ بلکہ اس لئے کہ اطاعت شعاری ایثار اور قربانی کے مقابلہ میں۔ نوع انسان کا مرتبہ تمام کائنات سے بلند کر دیا جائے۔

حضرت ابراہیم اپنی دانست میں اپنے لخت جگر کو ذبح کر رہے تھے۔ یہ لطف الٰہی تھا کہ بیٹے کے بجائے دنبا ذبح ہو گیا۔ کیا آج تم ایسی نیت اور ارادہ کے ساتھ قربانی کر سکتے ہو کہ خداوند عالم کے احکام کو نافذ کرنے کے لئے ہم اپنی اولاد کو قربان کرنے کی مشق کر رہے ہیں۔

آج مسلمانوں کو لے دے کر صرف ایک آیت یاد رہ گئی ہے۔ انما المشرکون نجس "مشرک ناپاک ہے"، مگر بدقسمتی یہ ہے کہ مشرک کا لفظ وہ ہندو کے لئے مخصوص کر دیتے ہیں۔ اور پھر لطف یہ ہے کہ میونسپلٹیوں۔ کونسلوں اسمبلیوں اور ملازمتوں وغیرہ وغیرہ کے تمام اقتصادی اور سیاسی معاملات میں یہ آیت یاد نہیں آتی۔ اور جب حریت و استقلال کی جد و جہد میں اشتراک عمل کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔ تو آیت فوراً یاد دلائی جاتی ہے۔ مگر افسوس یہ بھی اس کی خود فراموشی کی برکت ہے۔

اے کاش۔ مسلمان کتاب اللہ کو غور سے پڑھیں۔ کتاب اللہ نے مشرک کی کوئی حیثیت ہی تسلیم نہیں کی۔ وہ ایک مردہ قوم ہے۔ دستور سے خالی۔

دنیا کا ہر ایک رنگین اور خوشنما دستور اس کا دستور العمل ہو سکتا ہے۔ وہ مغلیہ شہنشاہیت کے ساتھ اسی طرح رہی جس طرح آج انگریزوں کے ساتھ ہے۔

مگر اے خود فراموش قوم۔ کتاب اللہ میں تیرا مقابلہ یہود اور نصاریٰ سے قرار دیا گیا ہے۔ فاتحہ کتاب ہی میں تجھکو یاد کرایا گیا۔ غیر المغضوب علیھم ولا الضالین۔ یہی مقابلہ ابتداء ہجرت سے شروع ہوا۔ آجتک قائم ہے اور قیامت تک قائم رہیگا۔

افسوس مسلمان اس حقیقت کو بھول گئے۔ لیکن جو قومیں ڈپلومیسی کی ماہر ہیں۔ وہ اس حقیقت کو خوب پہچانتی ہیں۔ اسی لئے جذبات حریت کو دبانے اور خود فراموشی مسلم کو دوچند کرنے کے لئے شب و روز یہی تلقین ہے انما المشرکون نجس

خدایا مسلمانوں کو سمجھ عطا فرما۔

متحدہ قومیت اور اسلام

(۲)

(حضرت علامۃ الحاج ابوالقاسم مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی رکن مرکزیہ جمعیۃ علماء ہند و آل انڈیا کانگریس کمیٹی)

"پہلی اشاعت میں عنوان بالا کے ماتحت جناب مولانا رونق علی صاحب صدیقی کے مضمون کی تمہید شائع شائع کی گئی تھی۔ وہ ایک مسلسل مضمون ہے۔ اگر ضرورت محسوس کی گئی تو اس کو بھی انشاءاللہ شائع کیا جائیگا۔ لیکن اس مرتبہ خوش قسمتی سے حضرت مولانا ابوالقاسم محمد حفظ الرحمٰن صاحب کا ایک مستقل اور مدلل مضمون ہدیہ ناظرین کر رہے ہیں۔ یہ مضمون اخبار مدینہ بجنور میں بھی شائع ہو چکا ہے۔ لیکن ہماری خواہش ہے کہ یہ مضمون رسالہ قائد کے فائل میں بھی محفوظ رہے۔" (ادارہ)

دنیائے اسلام کے ایک مشہور عالم دین نے جن کا تبحر، تقویٰ و تقدس اور جن کی دیانت و امانت موافق و مخالف دونوں کے نزدیک مسلم ہے۔ ایک مرتبہ دہلی کے کسی جلسہ میں دوران تقریر میں قومیت اور وطنیت کے متعلق کسی انگریز کا ایک قول نقل کر دیا تھا۔

تقریر چونکہ سیاسی تھی اور آزادی ہند کے مسئلہ سے متعلق، اس لئے مخالف خیالات کے چند مقامی لوگوں اور ایک رسوائے عالم مقامی اخبار نے اس کے غلط معنی بنا کر اور انگریز کے اس مقولے کو مولانا کا عقیدہ ظاہر کر کے اس کے خلاف ہنگامہ بپا کر دیا۔

اور یہ سب دنیائے اسلام کے ایک مایۂ ناز اسلامی شاعر اور مفکر کو غلط اطلاعات دیکر موجودہ سیاسی کشمکش سے ناجائز فائدہ اٹھانے کو نئے اس مقدس بزرگ اور رہنمائے ملت اسلامیہ سے لڑانے میں ایک حد تک کامیاب ہو گئے۔ مگر خوش قسمتی سے یہ منحوس بحث دونوں رہنماؤں کے باہمی سمجھوتہ سے ختم ہو گئی، جس کا حال "متحدہ قومیت اور اسلام" نامی رسالہ (مصنفہ مولانا حسین احمد صاحب) کے صفحہ پانچ پر درج ہے۔ اس تمام ہنگامہ سے اگر معترضین کا مقصد اسلامی درد اور مسلمانوں کی جماعتی ہمدردی ہوتا تو یہ بحث اس حد پر پہنچ کر ختم ہو جانی چاہئے تھی۔ مگر افسوس کہ ایسا نہ ہوا۔ اور چند اشعار" جو شاعر اسلام نے غلط فہمی کی بنا پر مذکورۃ الصدر پیشوائے اسلام کے خلاف کہے تھے۔ اور جس کو انہوں نے اپنی زندگی ہی میں ختم بحث کے نام پر واپس لے لیا تھا۔ اُن کو اقبال کے آخری مجموعۂ نظم میں شائع کر کے بغض و عداوت کی آگ کو ہوا دی گئی۔ او اسطرح ملک میں پھر ایک مضرت رساں بحث کا دروازہ کھول دیا

متحدہ قومیت و اسلام مصنفہ حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب کی نوعیت ہندوستان کا مختلف اقوام کا متحد ہو کر اجنبی طاقت سے برسرپیکار ہونے اور خالص اسلامی طاقت کے اسباب مہیا نہ ہونے کی صورت میں اصل

مقصد کے پورا ہونے تک ملک میں مشترک حکومت کے قیام کو اجنبی اقتدار سے بہتر بلکہ اسلامیان ہند اور عالم اسلامی کے مفاد کے پیش نظر "ضروری" قرار دینے کو بھی (جس کو خاص اصطلاح کے ماتحت متحدہ قومیت کہا گیا ہے) غیر شرعی، غیر اسلامی، کفر و شرک کی حمایت، کفر کا غلبہ جیسے مکروہ عنوانوں سے معنون کر کے سیاسی اور مذہبی دونوں طریقوں سے اس کے خلاف زہر اُگلا گیا۔ بحث نے جب یہ رخ اختیار کیا تو مجبوراً حضرت مولٰینا حسین احمد مدظلہ کو "متحدہ قومیت اور اسلام" کے نام سے ایک جامع تصنیف منظر عام پر لانا پڑی۔ تاکہ یہ واضح کر دیا جائے کہ موجودہ حالات میں اس قسم کی قومیت نہ تو غیر اسلامی ہے اور نہ غیر شرعی۔ بلکہ ایک مقصد شرعی کو قریب لانے کے لئے بطور مقدمہ ضروری ہے۔ نیز یہ کہ یورپین نظریۂ قومیت اور ہندوستان کی دفاعی قومیت متحدہ یا کسی ایسے مشترک نظام حکومت کے درمیان زمین و آسمان کا فرق ہے جس میں دونوں کے مذہبی، تہذیبی، معاشرتی اور ہر قسم کے ملی امتیازات محفوظ اور جدا جدا قائم رہتے ہوئے خالص سیاسی اور انتظامی امور میں شرکت رکھی گئی ہو۔

بہر حال اس کتاب کے شائع ہونے پر موافق و مخالف تقریروں اور تحریروں کے بعد یہ دور بھی ختم ہو گیا سیاسین و غیر سیاسین کے افکار و آراء کا رخ اس معاملہ سے ہٹ کر دوسرے امور کی جانب پھر گیا۔

لیکن تعجب اور صد حیرت ہے جناب شمس العلماء پروفیسر صاحب کے اس طرز عمل پر کہ انہوں نے اس بحث کو خواہ مخواہ اب تیسری مرتبہ تازہ کرنے کی سعی فرمائی ہے جو کسی طرح بھی سعی مشکور نہیں کہی جا سکتی کیونکہ گذشتہ دو ڈھائی سال میں اس مسئلہ پر علمی، مذہبی اور سیاسی ہر حیثیت سے جس قدر مضامین شائع ہو چکے ہیں ان میں قریب قریب وہ سب باتیں مختلف طریقوں سے آ چکی ہیں جن کو پروفیسر صاحب کی محققانہ کاوش نے بساط کاغذ پر جمع کر دیا ہے اور اسی طرح اُن کے جوابات بھی شرح و بسط کے ساتھ شائع ہو چکے ہیں۔

اگرچہ میں سیاسی مسلک میں "قومیت متحدہ اور اسلام" کے مصنف کا ہمنوا ہوں۔ لیکن اس بحث کو "متحدہ قومیت" کے نام سے زیر بحث لانے کا شروع سے اس لئے موئد نہیں ہوں کہ اس مرکب لفظ کی آڑ میں مخالف حضرات بہ آسانی ہمارے خلاف عام مسلمانوں کو دھوکا دیکر زیادہ سے زیادہ مشتعل کر دیتے ہیں اور ہم پر الزام لگاتے ہیں کہ ہم مسلمانوں کی امتیازی خصوصیات مٹا کر اور ہندوستان میں یورپین نظریہ کے مطابق ایک مستقل قوم بنا کر یہ ہمیشہ کے لئے مسلمانوں کو ہندوؤں میں ضم کر دینا اور ملی امتیازات کو فنا کر دینا چاہتے ہیں۔ حالانکہ پناہ بخدا اس تصور کا شائبہ بھی ایک لمحہ کے لئے ہمارے دل میں نہیں گذر سکتا۔ اور نہ اس دفاعی قومیت کے نظریہ سے یہ سب کچھ لازم آتا ہے۔ بلکہ بلاشبہ اس کے ذریعہ سے اسلامی اعمال کے اختیار کرنے میں اور زیادہ وسعت پیدا ہونے کی صورت نکلتی ہے۔

محترم پروفیسر صاحب باوجود اس توقع کے کہ وہ سیاسی بحث سے الگ ہو کر محض علمی نقطہ نظر سے معاہدۂ نبوی صلے اللہ علیہ وسلم پر نظر ڈالیں گے۔ اپنے مضمون کی ابتدا اسی سیاسی طعن و تشنیع سے فرماتے ہیں

جس کے ذریعہ سے دوسرے سیاسی بہادروں نے ناانصافی کے ساتھ حضرت مصنف رسالہ پر تیر باری کی ہے۔

بہرحال مسئلہ زیر بحث کی اصلی حقیقت یہ ہے کہ اسلام روحانیت کے ساتھ ساتھ حکومت کو بھی مذہب کا ایک اہم جز قرار دیتا ہے۔ اور یہ جز ہندوستان کے اندر صحیح معنیٰ میں قریباً ڈیڑھ صدی سے ہاتھ سے نکل چکا ہے اسی حالت میں اسلام ہم پر کیا فرض عائد کرتا ہے؟ جہاد بالسیف، ہجرت، موجودہ غلامی پر قناعت، یا کوئی ایسی راہ جو اصل مقصد سے قریب کردے۔ یا کم از کم موجودہ حالت سے بہتر اور مفید ہو؟ یہ ایک سوال ہے جس کا جواب اہل علم پر فرض ہے۔

اسلامی ادلہ، قرآن عزیز، احادیث رسول، اور اجماع امت اس تعلیم سے پُر ہیں کہ افراد و احاد کی مجبوریوں سے قطع نظر کسی اسلامی جماعت کو ہزاروں، لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں نفوس پر مشتمل ہو غیر اسلامی اقتدار کی غلامی پر قانع ہونا ہرگز جائز نہیں ہے۔

اسی طرح حالات و واقعات کے اعتبار سے نہ اس قدر عظیم الشان آبادی کو ہجرت کا حکم دیا جاسکتا ہے کیونکہ یہ بھی اسلامی حکم ہے کہ جہاں مسلمانوں کی ثقافت، آثار اسلامی، اوقاف، مساجد اور اسلامی ضروریات کے تمام نقوش موجود ہوں اُن کو تباہ و برباد چھوڑ کر ایک بڑے ملک کی زبردست آبادی ہجرت کر جائے یہ کسی طرح جائز و درست نہیں۔

اور جہاد بالسیف کے لئے نہ مناسب حالات ہیں اور نہ موجودہ زندگی میں پیدا کئے جاسکتے ہیں۔ یہ ایسا مسئلہ ہے کہ ہر مسلمان ادنیٰ توجہ سے معلوم کرسکتا ہے کہ یہ قدرت نہ ہم میں موجود ہے اور نہ غلامی کی موجودہ حالت میں اس کے وجود پذیر ہونے کی کسی حالت میں بھی توقع ہے۔

تو اب اسلام العیاذ باللہ ہم کو ان مجبوریوں میں چھوڑ کر تاریکی میں رکھتا ہے یا ان حالات میں بھی کوئی روشنی دیتا ہے؟

اس سوال کے جواب میں اسلام کے مایۂ ناز مفکرین نے (جن میں شیخ الہند مولانا محمود الحسن، حضرت مولانا عبیداللہ، حضرت مولانا حسین احمد جیسے حضرات کے اسمائے گرامی خصوصیت سے قابل ذکر ہیں) ہمیں راہ بتائی ہے۔ وہ راہ یہ ہے کہ اول ہندوستان کی موجودہ حالت میں انقلاب کرنا ضروری ہے اور وہ اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک کہ مختلف اقوامِ ہند اجنبی طاقت کے مقابلہ میں یہ طے نہ کرلیں کہ وہ اپنے مذہبی اور دوسرے تمام خصوصی امتیازات میں جدا جدا قوم ہوتے ہوئے، ملکی انتظام و انصرام میں ایک قوم یعنی ہندوستانی سمجھے جائیں گے۔ تاکہ متفقہ سعی کا خاطر خواہ نتیجہ برآمد ہو۔ اور ہم اصلی مقصد کے حصول میں جو ابتدائی رکاوٹ پا رہے ہیں وہ آہستہ آہستہ دور ہو کر ہم کو مقصد سے قریب کردے۔ یا کم از کم موجودہ حالت سے زیادہ ہم احکام اسلامی کے اختیار ہی میں آزاد ہو جائیں۔

جن حضرات کے نزدیک موجودہ حالت پر قناعت شرعاً حرام ہے۔ اور بحالات موجودہ جہاد بالسیف کے لئے راہ مسدود اور ہجرت سے خود شرعی معذوری ہے۔ اُن کے نزدیک یہ طریق کار ہی اصل مقصد کے لئے ممد و معاون ہوسکتا ہے اور جبکہ حصول مقصد اسلامی فریضہ ہے تو عام اصول اسلامی مقدامة الواجب واجبۃ (جس شے پر کسی فرض کا انحصار ہو وہ شے بھی فرض ہی) کی بنا پر اس طریق کار کو اختیار کرنا بھی ضروری اور واجب ہے۔ نیز اگر طریق کار "اھون البلیتین" (دو مصیبتوں میں سے ہلکی مصیبت) ہے تب بھی اس کا اختیار کرنا اسلامی احکام کی رو سے ازبس ضروری ہے۔ مقصد کی تکمیل کے لئے اس سیاسی اتحاد کا نام ہی حضرت مصنف کے نزدیک قومیت متحدہ ہے۔

مگر بعض مسلم سیاست دانوں نے جو اس سے قبل تحریر و تقریر میں خود اس قسم کی قومیت متحدہ کا بارہا اعلان کرچکے ہیں اور جنھوں نے سرکاری شہادتوں میں بھی اسے ہندوستان کے لئے لازمی و ضروری بتایا ہے اپنی خاص اغراض کی بنا پر ان باعمل ہستیوں کے اس طریق کار یا نظریہ پر اب مذہبی اعتراضات کے نام پر حملے کرنا اور ان کو مورد طعن بنانا پسند کرلیا ہے۔ منجملہ اعتراضات کے ایک اعتراض یہ بھی کیا گیا کہ ہندوؤں کی ساتھ بوجہ مشرک ہونے کے اس قسم کا اشتراک بھی ناجائز اور حرام ہے۔ نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لیکر خیر القرون تک کسی وقت بھی غیر مسلم کے ساتھ اس قسم کے اتحاد کا تاریخی ثبوت نہیں ملتا۔ اور اس قسم کی سیاسی متحدہ قومیت بھی حرام ہے۔

"متحدہ قومیت اور اسلام" کے مصنف نے انقلاب کے وجوب کے لئے "ہندوستان کے لئے راہ عمل" کے عنوان تک بحث فرمائی ہے اور اس کا حاصل وہی ہے جو اوپر کی سطروں میں بیان ہوچکا۔ جس کو مقدمۂ واجب سمجھ کر واجب کہا گیا ہے۔ اس کے بعد صفحہ ۴۲ پر یہ عنوان ہے "متحدہ قوم اور امت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں اور غیر مسلموں سے بنائی" اس عنوان سے صرف اس اعتراض کا جواب دینا ہے کہ تاریخ اسلامی میں مسلم و غیر مسلم کے درمیان کسی قسم کا سیاسی اتحاد یا اشتراک پایا ہی نہیں جاتا جس کو متحدہ قوم یا متحدہ امت کہا گیا ہو۔

پس اگر یہ ثبوت حسب اتفاق قطعاً نہ پایا جاتا تب بھی مسئلہ کا وجوب اپنی جگہ اسی طرح باقی رہتا اور اس کے دلائل بھی اپنی جگہ اسی طرح صحیح اور مضبوط رہتے۔ لیکن یہ خوش قسمتی ہے کہ مسلمانوں کی ایک ایسی کٹھن منزل میں عملی طور پر بھی ایک تاریخی ثبوت موجود ہے جو خود زمانہ نبوت کا ثبوت ہے۔ یہ تاریخی ثبوت جس روایت سے ماخوذ ہوتا ہے اس کی سند منقطع نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس روایت کو ابن اسحاق جیسے امام سیرت نے بیان کیا ہے۔ جن کا سیرت میں وہی رتبہ ہے جو امام احمد اور امام بخاری کا حدیث میں ہے۔ بنا بریں یہ روایت اسی طرح صحیح اور مقبول ہے جس طرح سیرت کی دوسری صحیح اور مقبول روایات مستند سمجھی جاتی ہیں۔ اور اسی لئے محدث یگانہ امام جرح و تعدیل حافظ عماد الدین ابن کثیر نے اپنی تاریخ البدایہ والنہایہ میں قاسم بن سلام

جیسے محدث نے کتاب الاموال میں اور ابن ہشام نے اس کو اپنی سیرت میں روایت کیا ہے اور مشہور ناقد سیرت وتاریخ محدث سہیلی نے روض الانف میں اسکو صحیح تسلیم کیا ہے اور اسپر اپنی عادت کے خلاف کسی قسم کی جرح نہیں کی ہے۔

البتہ یہ صحیح ہے کہ اس قسم کی روایات سیرت سے وجوب وحرمت کے احکام نہیں بیان کئے جا سکتے اور نہ قومیت متحدہ اور اسلام" کے مصنف نے اس کو اس غرض کے لئے پیش کیا ہے اس کے لئے پیش کرنا ہر طرح موزوں اور اسلامی اصول کے مطابق ہے کہ مصنف علام نے معاہدہ کا ذکر کرنے کے بعد صاف اور صراحت کے ساتھ یہ تحریر فرمایا ہے۔

"مذکورہ بالا بیان سے واضح ہوگیا کہ مسلمانوں کا غیر مسلموں سے ملکر ایک قوم بننا یا بنانا نہ تو اُن کے نفس دین میں خلل انداز ہے اور نہ یہ امر فی نفسہ اسلامی قوانین اجتماعیہ کے خلاف ہے"

اب آپ ہی انصاف فرمایئے کہ اس تحریر کا لب ولہجہ یہ ثابت نہیں کرتا اور اس کی سادہ عبارت کیا اس کو واضح نہیں کرتی کہ مصنف کے نزدیک مسئلہ کا یہ شرعی محور نہیں ہے بلکہ شرعی ضرورت کے لئے اسلامی واقعات کی شہادتوں میں سے ایک شہادت کے طور پر اس کو پیش کیا گیا ہے۔

پروفیسر صاحب نے مصنف رسالہ پر یہ کہہ کر علمی بددیانتی کا الزام لگایا ہے کہ انہوں نے پروفیسر صاحب کی طرح معاہدہ کی تمام عبارت کو کیوں نقل نہیں کیا اور صرف اپنے مطلب کی دفعات کیوں نقل کیں۔

آپ کا مقصد اس سے یہ ہے کہ معاہدہ کو اگر پورا پڑھا جائے تو اُس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مدینہ میں بالفرض اگر قومیت متحدہ بنی تو اس میں اسلام کو غلبہ رہا اور یہود مدینہ کو امۃ من المسلمین (یعنی مسلمانوں ہی کی ایک جماعت) کہا گیا۔ لہذا اس سے کسی ایسی متحدہ قومیت کا ثبوت نہیں نکلتا جو مسلمانوں کو مغلوبانہ یا مساویانہ حیثیت میں حاصل ہوتی ہو اور اس لئے مصنف رسالہ نے ان دفعات کو ظاہر نہیں کیا جو علمی دیانت کے خلاف ہے۔

لیکن پروفیسر صاحب کا یہ اعتراض صحیح نہیں اس لئے کہ حضرت مولانا کا مرکز استدلال تو صرف اتنا ہے کہ سیرت رسول میں مسلم اور غیر مسلم کے لئے بعض حالات میں امت واحدہ یا قوم متحدہ کا ثبوت ملتا ہے۔ باقی جزئیات کا نفس مسئلہ سے تعلق نہیں ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ عہد رسالت کی دوسری روایات سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے غیر مسلموں کے ساتھ معاہدہ کرنے کے لئے ہمیشہ غلبہ کو لازم نہیں قرار دیا ہے۔ مثال کے طور پر صلح حدیبیہ کو لیجئے کہ قوت طاقت، شوکت اور حکومت کے تمام لوازمات کے باوجود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسی صلح کی جس کی ظاہری شکل مسلمانوں کے حق میں اس قدر مغلوبانہ تھی کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر اور صاحب تدبیر وسیاست سے بھی برداشت نہ ہوسکا اور وہ عرض کرنے پر مجبور ہوئے۔ کہ یا رسول اللہ جب ہم حق پر ہیں اور دشمن باطل پر تو ہم ہرگز اپنے دین کو ذلیل

نہ ہونے دیں گے اور انتہائی مغلوبیت کی وہ دفعہ جس پر یہ سب کچھ ہوا حسب ذیل تھی۔

انه لا یاتیک منا احد وان کان علی دینک الا رددته الینا فخلیت بیننا وبینه فکرہ المومنون ذلک (بیہقی جلد ۹ ص ۲۳۲)

اور یہ شرط ہے کہ تمہارے پاس ہمارا جو شخص بھی جائے خواہ وہ تمہارے دین ہی کو قبول کرچکا ہو اس کو ہمارے پاس لوٹا دینا پڑے گا اور اس کے اور ہمارے درمیان مسلمان حائل نہ ہونگے پس یہ شرط مسلمانوں کو بیحد ناگوار ہوئی۔

اور بعض روایات میں ہے کہ ہمارے پاس اگر تمہارا کوئی آدمی مرتد ہو کر آئیگا تو ہم واپس نہ کریں گے یعنی ایک مسلم کو اس معاہدہ کے مطابق مشرکوں کے حوالے اس لئے کردینا ضروری تھا کہ وہ اس معاہدہ کے بعد مشرکوں کے گروہ میں سے مسلمان ہو کر کیوں دارالاسلام میں چلا آیا ہے۔

نیز اسلام کے اس دور میں جبکہ مکی زندگی میں مسلمان مغلوب تھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ وہ نجاشی کی غیر مسلم حکومت کی پناہ میں چلے جائیں اس لئے کہ اگرچہ وہ وہاں بھی مغلوبانہ زندگی بسر کریں گے۔ تاہم مکہ کی موجودہ مغلوبانہ زندگی کے مقابلہ میں مذہبی امور اور امن عامہ کے اعتبار سے زیادہ آزاد رہیں گے، اور یہ ظاہر ہے کہ مکہ میں مغلوبانہ زندگی غیر اختیاری تھی اور حبشہ کے غیر مسلم اقتدار میں مغلوبانہ زندگی اختیاری تھی مگر چونکہ دوسری زندگی سابق سے فی الجملہ بہتر اور اصل مقصد سے قریب تر کرنے والی تھی۔ اس لئے اسکو پسند فرمایا۔

پس حالات وواقعات کی نوعیت کے لحاظ سے جس زمانہ میں بھی اسلامی مقصد کے لئے ایسی صورت پیش آجائے تو خلیفہ اور امیر کو اجازت ہے کہ وہ مغلوبانہ صلح بھی کرسکتے ہیں۔ اور فقہ اسلامی کی تمام کتابوں میں یہ بھی تسلیم کیا گیا ہے کہ اگر کسی وقت خلیفہ یا امیرالمسلمین نہ ہو تو علمائے حق کی جماعت اور اہل حل وعقد کا گروہ بھی اسی طرح کرسکتا ہے۔ پس اگر اسلامی مفاد کی خاطر شوکت وطاقت کے باوجود مغلوبانہ صلح ہوسکتی ہے تو مساویانہ دفاعی قومیت متحدہ بھی بن سکتی ہے۔ اور اگر ضرورت کے لئے غیر اسلامی غلبہ کے ماتحت کچھ عرصہ کے لئے رہا جاسکتا ہے تو مساویانہ متحدہ قومیت بھی بنائی جاسکتی ہے۔

اگر مدینہ کے حالات وواقعات کے اعتبار سے مسلمانوں کے غلبہ کے باوجود مسلم وکافر کے درمیان امت واحدہ جائز قرار پائی تو اگر موجودہ حالت میں مسلمان مساویانہ طور پر یہی معاملہ ہنگامی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے کرلیں تو کیا شرعی اعتراض کا موقع ہوسکتا ہے؟ اگر یہ کہا جائے کہ مسلمان مدینہ میں اس وقت مغلوب تھے تو یہ بات غلط ہے۔ سیرت وتاریخ اسلامی کی تمام کتابیں اور روایات اس امر کی شہادت دے رہی ہیں کہ جب آپ مدینہ تشریف لائے اور مہاجرین کی بھی بہت بڑی تعداد آگئی تو مدینہ میں مسلمان ہی مسلمان تھے۔ چنانچہ خضری بک کہتے ہیں۔

ثم تلاحق المهاجرون فلم يبق بمكة منهم احد الا مفتون او محبوس اما المدينة فعمّ اهلها الاسلام الا قليلا منهم (تاريخ الامم الاسلامية جلد اول)

آپ کے بعد پھر مہاجرین بھی آگئے اور مکہ میں چند قیدی اور مبتلا مسلمانوں کے علاوہ اور کوئی باقی نہ رہا۔ رہا مدینہ کا معاملہ تو اس کی عام آبادی مسلمان ہوچکی تھی۔ البتہ تھوڑے لوگ غیر مسلم تھے۔

اور اس پر تمام ارباب سیر کا اتفاق ہے۔ نیز اگر مدینہ میں کفار اور مشرکین کا غلبہ ہوتا کہ جس میں یہود بھی شامل ہیں اور جن کا اسلامی حسد مشہور ہے تو ایسے معاہدہ کو وہ کیسے قبول کر لیتے جس میں اُن کی مغلوبیت اور مسلمانوں کا غلبہ واضح اور ظاہر تھا؟

علاوہ ازیں اس دفاعی متحدہ قومیت کے متعلق یہ دعویٰ کہ مسلمان اس میں مغلوب اور ضم ہو کر رہیں گے ایک ایسا دعویٰ ہے جس کو حقائق وواقعات کی روشنی میں کسی طرح صحیح نہیں کہا جاسکتا۔ بلکہ اس طریق کار کو درست سمجھنے والوں کا یہ یقین ہے کہ یہ طریقہ اصل مقصد سے قریب کرتا اور موجودہ غلامی کے دور کے مقابلہ میں آنے والے انقلابی دور میں اسلامی احکام کی بجاآوری میں زیادہ سہولتیں میسر آنے کے امکانات پیدا کرتا ہے۔ اس لئے استشہاد اپنی جگہ قطعاً صحیح اور درست ہے۔

محترم پروفیسر صاحب نے ایک اشکال یہ پیش فرمایا ہے کہ بالفرض اگر ایسا معاہدہ ہوا بھی ہے تو وہ آیت جہاد سے منسوخ ہوچکا اور اس لئے بقول آپ کے اب اس معاہدہ کو دلیل بنانا "عام اصول مسلّمہ کے خلاف ہے" معلوم نہیں اس "عام اصول مسلّمہ" سے کیا مراد ہے۔ اصول کا یہ مسئلہ ہے کہ جب نسخ آجائے تو وہ دائمی ہوتا ہے اور منسوخ کی کوئی جزئی ایسی باقی نہیں رہتی جس کو کسی وقت اور کسی حال میں بھی قابل عمل قرار دیا جاسکے۔ اگر یہ مطلب ہے تو پروفیسر صاحب کا یہ علمی مغالطہ ہے۔ اس لئے کہ علمار اصول فقہ، اصول حدیث اور اصول تفسیر میں سے محققین کا یہ فیصلہ ہے کہ کسی آیۃ یا حدیث کے منسوخ ہونے کے یہ معنی ہرگز نہیں ہیں کہ اُس حکم کی سرے سے جنس ہی منسوخ ہوجاتی ہے۔ بلکہ احکام کی پانچ قسموں (واجب، حرام، مستحب، مکروہ، مباح) میں سے کسی نہ کسی قسم کا حکم ضرور ہی باقی رہتا ہے اور نسخ صرف اسی قسم پر واقع ہوتا ہے جس کے لئے ناسخ وارد ہوا ہے۔ مثلاً اگر کوئی چیز واجب تھی تو اس کے نسخ کے معنی یہ ہوں گے کہ اس کا وجوب ختم ہوگیا۔ مگر درجہ اباحت وجواز بہرحال باقی رہتا ہے۔

نیز احکام میں نسخ اس لئے وارد ہوا ہے کہ ضروریات وحاجات کا تقاضائے مصلحت یہی ہے پس جبکہ نبی اکرم صلعم کی وفات پر وحی الٰہی کا سلسلہ منقطع ہوگیا۔ اور دین کے احکام میں ضروریات وحالات کے مصالح کو اسلام نے کامل ومکمل کر دیا۔ تو اب پیش آنے والے حالات وحاجات کے تغیرات کے پیش نظر ناسخ ومنسوخ کے اثرات کا یہ نتیجہ ہوگا کہ جس وقت بھی اسی قسم کے حالات امت میں پیش آئیں گے وہ حکم اسی طرح اثر انداز ہوگا البتہ اس حالت میں ناسخ کی فرضیت یا حرمت، استحباب یا کراہت یا اباحت جو بھی وحی الٰہی یا ارشاد نبوی سے قائم

ہو سکتی ہے وہ بحالہ قائم رہے گی۔ اور تبدیلی حالات کے بعد اس کے استعمال کے لئے جدید حکم کی ضرورت نہ پڑیگی۔ مثلاً جہاد سے قبل مکہ کی زندگی میں صبر کا حکم تھا اور جہاد کی مطلق اجازت نہ تھی۔ لیکن جب جہاد فرض ہو گیا تب ضبط و صبر کی فرضیت منسوخ ہو گئی۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اگر کسی بعد کے زمانہ میں مسلمانوں پر ایسا ہی وقت آ جائے کہ شرعی نقطۂ نظر سے جہاد بالسیف نہ کر سکیں تو وہ مکی زندگی کو اختیار کر سکتے ہیں۔ مگر اس شرط کے ساتھ کہ ان تمام ساعی میں برابر مشغول رہیں جن کی بدولت آگے چل کر یہ حالت بدل جائے اور ساتھ ہی قیامت تک قائم رہنے والے جہاد کا حکم ہمیشہ اسی طرح قائم رہے گا جس طرح کل قائم تھا۔ اور جب بھی اس کے اسباب مہیا ہو جائیں گے اس کا عمل بھی اسی طرح فرض رہے گا جس طرح سابق میں رہا ہے۔

اسی لئے یہ نہیں کہا جائے گا کہ شراب کے پینے کا حکم منسوخ ہو گیا۔ اس لئے کہ اسکی عملی اباحت اسلام سے قبل رائج تھی۔ نہ یہ کہ اسلام نے اس کی اباحت کی تعلیم دی تھی ہاں اسلام نے ایک مدت کے بعد اپنے احکام میں اس کے لئے حرمت کو جگہ دی ہے۔ اسی طرح یہ بھی نہیں کہا جائے گا کہ ابتدائے اسلام میں نماز میں بات چیت مباح تھی اور اب فلاں حدیث کی رو سے یہ اباحت منسوخ ہو گئی اس لئے کہ یہ ابتدائی اباحت کسی شرعی حکم کے تحت نہ تھی بلکہ اسلام سے قبل کی ایک عام حالت کے ماتحت تھی کچھ عرصہ کے بعد اسلام کا حکم یہ ہو گیا کہ نماز میں بات چیت مفسد ہے۔

اور جن علما نے ان جزئیات کو نسخ سے تعبیر کیا ہے۔ علماء محققین نے تصریح کر دی ہے کہ ان کی مراد نسخ لغوی ہے اصطلاحی نسخ مراد نہیں ہے۔ چنانچہ علامہ شاطبیؒ جو حدیث اور اصول فقہ کے امام ہیں نسخ کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں۔

القواعد الکلیۃ من الضروریات والحاجات والتحسینات لم یقع فیہا النسخ وانما وقع النسخ فی امور جزئیۃ

ضروریات، حاجات اور اخلاقیات کے بارہ میں جو قواعد کلی ہیں ان میں نسخ نہیں ہوتا بلکہ انکی جزئیات کے بارے میں نسخ واقع ہوتا ہے۔

اور آگے چلکر دلیل ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں

وکذالک الحاجات فانا نعلم انہم لم یکلفوا بما لا یطاق ھذا وان کان قد کلفوا بامور شاقۃ فذلک لا یرفع اصل اعتبار الحاجات ومثل ذا التحسینات

اور اسی طرح حاجات و ضروریات کا حال ہے۔ ہم یہ بخوبی جانتے ہیں کہ انسانوں کو خدا نے امور شاقہ کا تو مکلف بنایا ہے لیکن ناقابل برداشت تکالیف کا مکلف نہیں بنایا۔ پس اسلئے نسخ حاجات و ضروریات کے لحاظ و اعتبار کی بنیاد کو منسوخ نہیں کرتا اور یہی حال اخلاقیات کا ہے۔

علامہ آمدی نے کتاب الاحکام میں اور محدث ابن حزم نے الاحکام فی اصول الاحکام میں بھی نسخ پر مفصل بحث کرتے ہوئے اسی کو اختیار کیا ہے۔ اس لئے اصول مسلمہ کا حوالہ دیکر نسخ کے متعلق پروفیسر صاحب کا یہ سمجھنا بالکل غلط ہے کہ اس حکم کا ازالہ اس طرح ہو جاتا ہے کہ حاجت اور ضروریات کے وقت میں بھی اس حکم کی کوئی جزئی معمول بہ نہیں بن سکتی

علاوہ ازیں اگر ہم پروفیسر صاحب کے اصول مسلمہ کو مان بھی لیں تب بھی شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے فوز الکبیر میں اور امام شاطبی نے موافقات میں اس کی تصریح کی ہے کہ متقدمین کے یہاں نسخ کے معنی بہت عام ہیں اور وہ عام حکم کی تخصیص مجمل کی تفصیل و بیان و متشابہ کی تشریح و توضیح جیسے امور میں بھی ناسخ و منسوخ کہہ دیتے ہیں لیکن نسخ کے یہ معنی کہ سابق حکم کی جگہ جدید حکم مراد شرعی اور معمول بہ قرار پاجائے احکام میں بہت ہی شاذ و نادر ہیں اور قرآن عزیز میں سے ان کی شمار بھی کرائی ہے جن میں معاہدات جیسے امور کو قطعاً اس میں داخل نہیں کیا۔

امام شاطبی مکی اور مدنی احکام میں ناسخ و منسوخ پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

فاذا اجتمعت هذه الامور نظرت الى الادلة من الكتاب والسنة لم يتخلص في يدك من منسوخها الا هو نادر

پس جبکہ یہ تمام امور جمع ہوں اور تو کتاب و سنت کے دلائل پر نظر کرے تو تیرے ہاتھ میں منسوخ احکام میں سے شاذ و نادر احکام کے علاوہ کچھ نہیں رہیگا۔

اور شاہ ولی اللہؒ نسخ پر تبصرہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

قلت وعلى ما حررنا لا يتعين النسخ الا في خمس آيات

میں کہتا ہوں اور جس طریقہ پر ہم نے تحریر کیا ہے اس کے اعتبار سے نسخ صرف پانچ آیتوں کے اندر محدود ہو جاتا ہے۔

اور بعض محقق علماء نے تصریح کی ہے کہ صاحب جلالین یا دوسرے بعض مفسرین اکثر صبر و عفو کی آیات و معاہدات و مسالمات کی آیات کے بارے میں جو یہ لکھتے جاتے ہیں انها نسخت باية القتال (اس آیت کا حکم جہاد کی آیت سے منسوخ ہو گیا) یہ ان کا تسامح ہے۔ کیونکہ جہاد کی فرضیت کے بعد بھی حالات و واقعات کے اعتبار سے یہ احکام اپنے مناسب مواقع میں قابل عمل ہیں۔

لہٰذا ابو عبید کا جو مطلب پروفیسر صاحب نے سمجھا ہے وہ صحیح نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ معاہدہ اپنی ان خصوصیات کے ساتھ جو ہجرت کے شروع میں مدینہ میں ہوا مصلحت و ضرورت وقت ختم ہو جانے پر آیت جہاد کے بعد غیر معمول بہ ہو گیا۔

پس جبکہ اس معاہدہ کے مطابق رسول اللہ صلعم نے دو مذہب والوں کی ایک پارٹی مصالح کے پیش نظر بنادی تھی تو اگر حالات و واقعات کی مجبوریوں کے پیش نظر آج بھی کوئی عالم اس کی اجازت دیدے (خصوصاً جب کہ اس کی ضرورت کے دواعی خود اسلامی امور ہوں) تو یہ بات قابل لعن و طعن کیوں قرار دی جاتی ہے۔ (باقی)

انقلاب کی تصویر موجودہ سیاسیات کے تمام پہلوؤں پر پر مغز بحث قیمت ۱ر کتب خانہ فخریہ مرادآباد سے طلب کیجیے

ائمۂ اربعہ کے مختصر حالات

حضرت امام مالک رح

(از مولانا قاضی عبدالحفیظ صاحب اطہر مبارکپوری)

(گذشتہ سے پیوستہ)

امام صاحب کے زمانہ میں اگرچہ مکہ، کوفہ، بصرہ، مصر، شام وغیرہ میں اجلہ تابعین موجود تھے اور دنیا ان کے علوم سے مستفیض ہو رہی تھی۔ مگر مدینہ کو جو درحقیقت "مدینۃ العلم" ہے جو شہرت حاصل تھی کسی جگہ کو نہ تھی۔ بڑے بڑے علماء اور فضلا کثیر تعداد میں یہاں موجود تھے۔ علوم سید المرسلین کے روایت کا سلسلہ نہایت زد سے جاری تھا۔ ان حالات میں امام مالک رح کی ہستی نے "سونے پر سہاگہ" کا کام دیتے ہوئے وہ شہرت حاصل فرمائی کہ اندلس سے لیکر حدود چین تک آپ کے غلغلۂ علم سے گونج اٹھا، اور اطراف عالم سے جوق در جوق انسان مدینہ کا رخ کرنے لگے۔ عرب، مصر، شام، روم، یمن، ایران، عراق، ترکستان، افریقہ، اندلس وغیرہ کے تشنگان علم اس "بحر العلم" کی طرف بڑھنے لگے اور دنیا نے دیکھ لیا کہ مخبر صادق صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمان یوشک ان یضرب الناس اکباد الابل فلا یجدون احدا اعلم من عالم المدینۃ امام مالک کے دور حیات میں کس طرح حذو النعل بالنعل صادق اور صحیح ثابت ہوا۔ محدث ذہبی فرماتے ہیں حدث عنہ امم لا یکادون یحصون امام مالک سے بے شمار انسانوں نے حدیث پڑھی۔ آپ کی شاگردی میں آپ کے شیوخ، ہمعصر اور بڑے سب ہی شامل ہیں۔ استادوں میں ابن شہاب زہری، یحییٰ بن سعید انصاری، یزید بن عبداللہ بن الہاد وغیرہ ہمعصروں اور بڑوں میں امام اوزاعی، ورقا، شعبہ بن الحجاج، ابن جریج، ابراہیم بن طہمان، لیث بن سعد وغیرہ آپ کے شاگرد ہیں[1]۔ ان کے علاوہ اور بھی ہزاروں آدمی آپ کے شاگرد ہیں مثلاً عبداللہ بن مبارک، یحییٰ بن سعید قطان، عبدالرحمن بن مہدی، ابن وہب ابن قاسم القعنبی، عبداللہ بن یوسف، سعید بن منصور، یحییٰ بن یحییٰ نیشاپوری، یحییٰ بن یحییٰ اندلسی صمودی، یحییٰ بن بکیر، قتیبہ بن سعید، ابو مصعب زہیری، ابو اسحٰق فزاری، امام شافعی رح، امام محمد، معن بن عیسیٰ، یحییٰ بن ایوب مصری، ابو علی حنفی، ابو الولید طیالسی، بشیر بن عمر زہرانی، خالد بن مخلد، مکی بن ابراہیم، خلف بن ہشام بزار، عبدالاعلیٰ بن حماد نرسی، عتبہ بن عبداللہ مروزی وغیرہ وغیرہ، سب آخر میں احمد بن اسمٰعیل بن محمد سہمی مدنی، ابو حذافہ (۲۵۹ھ) نے

---

[1] وہ دن قریب ہے کہ لوگ اپنے اونٹوں کو ہنکائیں گے دور دراز سفر طے کریں گے۔ لیکن عالم مدینہ سے بڑا عالم کسی کو نہ پائیں گے ۱۲۔

امامؒ سے موطا کی روایت کی۔

ذاتی حالات قد لانبا، بدن فربہ، آنکھ کشادہ، ناک اونچی، رنگ سفید مائل بہ زردی۔ سر کے بال پیشانی میں کم تھے، داڑھی لمبی گھنی، مونچھ زیادہ۔ مونچھوں کا حلق مکروہ اور مثلہ سمجھتے تھے۔ خضاب کبھی نہ کرتے تھے۔ مزاج مبارک میں نزاکت حد درجہ تھی۔ ہمیشہ صاف ستھرے رہتے تھے۔ عدن کے کپڑے جو بہت نفیس ہوتے پہنتے تھے۔ خراسان، مصر اور دوسرے مقامات کے بہترین کپڑے استعمال فرماتے تھے۔ زیادہ تر سفید رنگ کے کپڑے پہنتے تھے۔ اعلیٰ قسم کے عطر ہمیشہ لگاتے تھے۔ کبھی کبھی سرمہ بھی استعمال کرتے تھے، عمامہ کا ایک پلہ گردن میں اور دوسرا دونوں شانوں کے درمیان رہتا تھا۔ آپ کی انگوٹھی پر حسبنا اللہ و نعم الوکیل کندہ تھا۔ کاشانہ مالکؒ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا مکان تھا، اور نشست گاہ مسجد نبوی سے متصل حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مسکن مبارک تھا، آپ اکثر گھر میں ہی رہتے تھے۔ دروازہ پر ماشاء اللہ لکھا تھا۔ عبدالرحمن بن واقد کا بیان ہے کہ امام کے دروازہ سے شہنشاہیت ٹپکتی تھی۔ آپ اپنے گھر میں تکیہ پر بیٹھتے تھے اور آنیوالوں کے لئے دائیں بائیں بہترین فرش بچھے رہتے تھے، اخلاق، وآداب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کے نمونہ تھے۔ آپ کی خوش خلقی اہل خانہ، اولاد، اور خدم وحشم کے لئے یکساں تھی۔ باوجود بڑھاپے اور ضعف کے کبھی مدینہ منورہ میں سواری نہ کرتے تھے اور فرماتے کہ جس سرزمین میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک مدفون ہے اس پر میں ہرگز سواری نہیں کرسکتا۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے امام صاحب کے دروازہ پر بہت سے خراسانی گھوڑے اور مصری خچر دیکھے ان کی خوبیوں کو دیکھ کر مجھ کو تعجب ہوا۔ امام صاحب نے فرمایا کہ یہ سب میری طرف سے تم کو ہدیہ ہیں میں نے عرض کیا حضور ان میں سے ایک تو اپنی سواری کے لئے رکھ لیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ سے مجھ کو شرم آتی ہے کہ ایسی زمین کو اپنی سواری کے کھروں سے روندوں جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما رہے ہوں۔

ایک دفعہ خلیفہ مہدیؒ نے امام کی خدمت میں دو یا تین ہزار دینار بھیجکر آپ کے بغداد جانے کی خواہش ظاہر کی۔ آپنے فرمایا کہ یہ تمہارا تمام مال اسی طرح رکھا ہے۔ لیجاؤ۔ میں مدینہ ہرگز نہیں چھوڑ سکتا، فرمان رسولؐ ہے المدینہ خیر لھم لو کانوا یعلمون۔ مسلمان اگر غور سے دیکھیں تو مدینہ ان کے لئے بہت ہی بہتر جگہ ہے (تذکرۃ الحفاظ)

امام صاحب تقویٰ طہارت اور عبادت میں مشہور تھے، مورخ ابن ندیم نے الفہرست میں آپ کے متعلق کان من عباد اللہ الصالحین لکھا ہے، فرصت کے اوقات تلاوت قرآن اور ذکر الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔ شب بیدار تھے۔ خلوص اور للہیت اس درجہ تھی کہ ایک مرتبہ ۴۸ مسئلہ میں سے ۳۶ کا جواب بلا ادری فرمادیا۔ آپ کے بھانجے اسمٰعیل بن ادریس کہتے ہیں کہ آپ کا معمول تھا کہ فتویٰ دینے سے پہلے لاحول ولاقوۃ الا باللہ ضرور کہتے تھے۔

ابتلا سلف صالحین کی حق گوئی باطل کے مقابلہ میں انکا طغرائے امتیاز ہے۔ قید و بند اور قسم قسم کی تکالیف

علماء نے اس کے بدلے میں برداشت کئے مگر اپنے اعلانِ حق سے کبھی باز نہ رہے، ممکن نہ تھا کہ امام مالک جیسا حق کا مبلغ اس نعمت سے محروم رہتا۔

ابو جعفر منصور کے ابتدائی دور میں مدینہ کے اندر شورش پیدا ہوگئی۔ منصور نے اپنے چچازاد بھائی جعفر بن سلیمان کو وہاں بھیجا تاکہ وہ اس ہنگامہ کو ختم کرے اور اہل مدینہ سے بیعت کی تجدید کرے، چنانچہ اس نے آکر اہل مدینہ پر بہت سختیاں کیں، جس سے عام کھلبلی پیدا ہوگئی، موقعہ پاکر امام کے دشمنوں نے جعفر سے جاکر جڑ دیا کہ امام مالکؒ آپ کے ایمانؔ بیعت کے خلاف فتویٰ دیتے ہیں اور ناجائز کہتے ہیں۔ یہ سنکر جعفر آپ پر بہت غصہ ہوا۔ اور آپکو بلوا کر کپڑے اتروالئے پھر ستر درّے لگوائے دونوں ہاتھ مونڈھوں سے اکھڑ گئے انا للہ ؎

بنا کردند خوش رسمے بخون وخاک غلطیدن

خدا رحمت کند بر بندگان پاک طینت را

جب اس واقعہ کی خبر ابو جعفر منصور کو معلوم ہوئی تو جعفر پر سخت غصہ ہوا۔ اور حکم دیا کہ جعفر کو مدینہ سے معزول کرکے گدھے پر ذلت کے ساتھ بغداد لایا جاوے۔ یہ واقعہ رمضان ۱۴۶ھ کا ہے۔ اس جانکاہ صدمہ کے وقت امام کی عمر کم وبیش ۶۸ سال کی تھی، جعفر نے امام کو سزا دیکر ان کی مقبولیت کو کم کرنا چاہا۔ مگر اس تعزیر کے بعد بھی آپ کے اثرات کچھ کم ہوئے بلکہ علوم مرتبت میں اور زیادہ ترقی ہوتی گئی۔ مورخین لکھتے ہیں کہ کانما کانت تلک السیاط حلیا حلی بہ ؎

اعتراف حقیقت کسی آدمی کی علمیت یا اور کوئی چیز معلوم کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ اس کے زمانہ کے لوگوں کے خیالات کو دیکھا جائے کہ اس آدمی کے متعلق کیا رائے رکھتے ہیں۔ لہذا امام صاحب کو اس کسوٹی پر بھی تھوڑی دیر کے لئے دیکھو کہ معاصرین اور اقران کا آپ کے متعلق کیا خیال ہے عبد الرحمن ابن مہدی کو امام مالک پر کسی فضیلت نہ دیتے اور فرماتے کہ مالک سے زیادہ عقلمند اور متقی میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ علماء کے اندر مالک روشن ستارے ہیں۔ نیز فرماتے ہیں کہ اگر مالک اور ابن علیینہ نہ ہوتے تو حجاز کا علم فنا ہوگیا ہوتا۔ ابن وہب کا قول ہے کہ اگر امام مالک اور لیث نہ ہوتے تو ہم یقیناً گمراہ ہو جاتے۔ جب ابن علیینہ کو امام کی وفات کی خبر ہوئی تو بہت غمگین ہوئے اور کہا کہ اب روئے زمین پر مالک کا مثل نہ رہا۔ وہب کا قول ہے کہ امام مالک محدثین کے امام ہیں، امام احمدؒ کے فرزند عبد اللہ نے اپنے باپ سے پوچھا کہ اصحاب زہریؒ میں کون اثبت ہے احمدؒ نے فرمایا کہ امام مالکؒ ہر چیز میں اثبت ہیں۔ ابن وہب کا قول ۱۴۸ھ میں میں نے حج کیا تو سنا کہ ایک منادی اعلان کرتا ہے کہ امام مالک اور عبد العزیز الماجشون کے علاوہ کوئی شخص فتویٰ نہ دے ؎

انہیں کا بیان ہے کہ میں نے مدینہ میں ہی اعلان کرتے ہوئے سنا کہ خبردار مالک اور ابن ابی ذئب

لہ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو الامامۃ والسیاسۃ لابن قتیبہ صفحہ ۱۵۸،۱۵۷،۱۰۲ ؏ خلفا اپنی بیعت لیتے وقت "ایمان" دیکر قسمیں لیتے تھے ...

کے سوا کوئی فتویٰ نہ دے۔ ایک مرتبہ ابو جعفر منصور نے سلسلہ ملاقات میں امام سے کہا کہ اگر میں زندہ رہ گیا تو آپ کے اقوال کو جس طرح لکھا جاتا ہے لکھ لکھ کر تمام دنیا میں ان کو بھیجوں گا اور ان پر عمل کراؤں گا۔

نالۂ اطہر

(از مولانا قاضی حفیظ اطہر صاحب مبارک پوری اعظمی)

الٰہی پھر وہی ساقی وہی پیمانہ ہو جائے
حجازی وادیوں میں شورشِ مستانہ ہو جائے
شبستانِ جہاں پھر محفلِ رندانہ ہو جائے
ہر اک فردِ بشر اسلام کا پروانہ ہو جائے

الٰہی! پھر پتنگوں میں امنگ سوز پیدا کر
الٰہی! پھر رُخِ اسلام پر دنیا کو شیدا کر

خدایا! پھر زمانہ کی ہوا اک دم پلٹ جائے
خدایا تختۂ باطل جہاں سے پھر اُلٹ جائے
حجابِ خوابِ غفلت پھر مسلمانوں سے ہٹ جائے
بلا کا رشتۂ باطل دلِ مسلم سے کٹ جائے

الٰہی! قطرۂ نیساں صدف میں پھر دمک اُٹھے
الٰہی! گوہرِ ایماں سے دنیا پھر چمک اُٹھے

دلِ مسلم کو پھر تو جوشِ ایمانی سے تڑپا دے
ذرا آوازِ گلہ باں کی پھر گلوں میں پہنچا دے

الٰہی! پھر رہ اسلام میں قربان ہو جائیں
فدا کارِ بلالؓ و بوذرؓ و سلمان ہو جائیں

خدایا پھر کوئی بوبکرؓ سا انسان پیدا کر
جلالِ حضرت فاروقؓ کی سی آن پیدا کر
مسلمانوں میں پھر تو باحیا عثمانؓ پیدا کر
جنابِ حیدرِ کرارؓ سا ذی شان پیدا کر

الٰہی! قرنِ اول دورِ حاضر کو بنا دے پھر
الٰہی! خیر و برکت کا زمانہ تو دکھا دے پھر

الٰہا! غازیٔ اسلام خالدؓ کو اٹھا دے پھر
جنابِ سعدؓ گہری نیند سوتے ہیں جگا دے پھر
عمروؓ سالار کو تو بھیج کر ہم میں ملا دے پھر
کہاں ہیں بوعبیدہؓ اے خدا انکو دکھا دے پھر

ہمیں اب تختۂ فرعونیت کو پھر اُلٹنا ہے
ہمیں اطہرؔ! بتوں کی سلطنت کو پھر پلٹنا ہے

شیخ اعظم مولانا حسین احمد صاحب مدنی سے خطاب!

(از حضرت مخزون ساغری "معاون مدیر رسالہ "خالد" دیوبند)

اے شہنشاہ سیاست، اے امامِ انقلاب — اے کہ تیری ذات سے قائم نظامِ انقلاب
اے کہ تیری ذات سے وابستہ امیدِ حیات — اے کہ تیری ذات پر نازاں ہے روحِ کائنات
مردہ دل کرتے ہیں تجھ سے اکتسابِ زندگی — تیرے در پر جبہہ سا ہے آفتابِ زندگی
تیری جانب اُٹھ رہی ہے ملک و ملت کی نظر — تیری ہستی "انتظامِ دہر" میں ہے معتبر!!
تو نمود و نام کی منزل سے کوسوں دور ہے — اور نگاہِ کفر میں معتوب ہے، مقہور ہے
تیرا دل معبدِ وفا کا تجھ میں شانِ حیدری — رقص کرتی ہے تری نظروں میں آنِ دلبری
تو غمِ ایام کی تلخی سے گھبراتا نہیں — سر دہری زمانہ پر بھی بل کھاتا نہیں
پنجۂ اغیار میں جب قوم کی ہو آبرو — بیخطر پھر جان کی بازی لگا دیتا ہے

اے کہ تو پیدا ہوا آفات سہنے کے لئے
طعنہائے دشمنِ بیداد سننے کے لئے

ظلم و جورِ آسماں پر مسکرا دیتا ہے تو — خرمنِ باطل پہ اک بجلی گرا دیتا ہے تو
تو ہے عاملِ سر تا پا احکامِ دین و شرع پر — رشک کرتے ہیں ملائک تیرے زہد و ورع پر
قوم آزردہ کی رنگ خود پرستی دیکھ کر — ہائے رو پڑتا ہے تو تخریبِ ہستی دیکھ کر
خاک کر دیگا کبھی تو قصرِ استبداد کو — ٹھوکریں کھلوائے گا تو مائلِ بیداد کو
تو نے جب چاہا تو یہ دورِ بلا ٹل جائیگا — "کم نصیبوں" کی مسرت کا زمانہ آئے گا
مرحبا! اے وجہ فخر قوم اے عالی نژاد — مرحبا! اے ملک کے قومی مجاہد زندہ باد

الفوز الکبیر

مصنفہ حجۃ الاسلام حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب قدس اللہ سرہ العزیز۔

قرآن پاک جان مسلم ہے روح ایمان ہے لیکن ہم اسکو کیسے سمجھیں۔ ہم اصول تفسیر سے واقف نہیں حضرت شاہ صاحب کی یہ تصنیف اگرچہ مختصر ہے۔ مگر در حقیقت حضرت شاہ صاحب کی کرامت اور قرآن پاک کا معجزہ ہے۔ دریا کو کوزہ میں بھر کر ہر طالب قرآن کو موقعہ دیا ہے کہ وہ کوزہ پی لے اور دریا بدامن ہو جائے۔ یہ کتاب فارسی میں تھی ہندوستان کے ایک عالم نے عربی میں ترجمہ کیا۔ مصر میں پہلی بار چھپی۔ اور جب دار العلوم دیوبند کے نصاب میں داخل کر لی گئی تو کتب خانہ فخریہ نے خاص اہتمام سے اعلیٰ کاغذ پر اسکو چھپوایا ہے۔ جلالین شریف کے ساتھ ساتھ سبقاً پڑھانا۔ ورنہ مطالعہ کرنا ضروری ہے قیمت ۸ر علاوہ محصول ڈاک۔ ملنے کا پتہ۔ کتب خانہ فخریہ امروہیہ گیٹ مراد آباد

انواع الدول و حریت ملل

یعنی حکومت اور قومی آزادی کی قسمیں

(از مولانا محمد بن عبداللہ انصاری عرف مولانا منصور انصاری مدظلہ العالی مقیم کابل)

تقسیم حکومت

فرمانروہی کی دو قسمیں ہیں:-

(۱) اصلی اور فطری یعنی وہ حکومت جسکی بنیاد خود فطرت نے قائم کی۔ انسان کے دست ایجاد سے وہ بالا اور محفوظ ہے چونکہ اسکی بنیاد اصلی مالکیت کی مضبوط بنیادوں پر ہوتی ہے۔ لہٰذا فطرت صحیح اور عقل سلیم اس کی اطاعت کا حکم دیتی ہے اسی لئے اسکو فطری اور اصلی کہا گیا۔ چونکہ بشر بشریت اور تمام مخلوقات حضرت خالق جل مجدہٗ کے مملوک ہیں۔ اور اعلیٰ حضرت خالق ذوالجلال ہی ان تمام چیزوں کا اصلی مالک ہے۔ لہٰذا خالق ذوالجلال کی مالکیت اور حکومت ہی اصلی اور فطری حکومت ہوگی — حکومت الٰہی کا بنیادی نظریہ یہ ہے کہ چونکہ فطرتاً تمام انسان آپس میں ایکدوسرے سے مساوی ہیں۔ لہٰذا کسی انسان یا انسانوں کی کسی جماعت کو عام انسانوں کے بارہ میں مالکانہ تصرفات کا کوئی حق نہیں اور چونکہ خالق ذوالجلال تمام انسانوں کا خالق اور رب العالمین یعنی تمام جہانوں کا پروردگار ہے لہٰذا اُسی کو یہ حق ہے کہ بالخصوص اشرف المخلوقات یعنی انسانوں پر نیز اپنی مخلوقات پر اپنے مالکانہ تصرفات نافذ کرے۔

اس فطری حکومت کی آخری قوت اجرائیہ جسکو اہل دنیا کی اصطلاح میں صدارت عظمیٰ یا کابینۂ وزارت کہا جاتا ہے (جس کا کام یہ ہوتا ہے کہ بنائے ہوئے قانون کو نافذ کرے) حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد آپ کے وکیل اور جانشیں عام اہل اسلام ہوئے

خلافت - امارت - امامت | بہرحال خالق ذوالجلال۔ رب العالمین۔ احکم الحاکمین ہی اصلی حاکم اور اصلی قانون ساز ہیں۔ انبیاء علیہم السلام اور آخر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم خلیفۃ اللہ فی الارض ہوکر دنیا میں تشریف لائے اور قانون الٰہی کی تعلیم فرمادی۔ اب ساری امت اس قانون الٰہی کو نافذ کرنے کے لئے حضرت رسالت پناہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی وکیل ہے۔ اس قانون الٰہی کے نافذ کرنے کا نام ہی خلافت، امارت، یا امامت ہے۔ اور چونکہ اس کی عملی شکل اسی صورت میں بن سکتی ہے کہ امت اسلامیہ اپنی جانب سے کسی ایک کو وکیل بنادے۔ لہٰذا خلیفہ اور امام یا امیر کا انتخاب عمل میں آتا ہے تاکہ وہ خداوندی قانون کا مساوی درجہ میں پابند ہوکر اسکو دنیا میں نافذ کرے۔

---

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی جانشینی کے لئے نہ کسیکو نامزد فرمایا اور نہ کسی کے متعلق وصیت فرمائی اور حدیث مبارک نحن معاشر الانبیاء لا نورث سے وراثت اور ترکہ کی بھی نفی کردی۔ لہٰذا حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد قانون الٰہی کے نافذ کرنیکا فرض عام حکومت پر عائد ہوا۔ اور امت اسلامیہ ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وکیل ہوئی چنانچہ امت اسلامیہ نے اپنے انتخاب سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کردیا۔ یہاں یہ چیز فراموش نہ ہونی چاہیئے کہ آمریت اور ڈکٹیٹری کہ جو کچھ امیر کہے اسکی اتباع لامحالہ ضروری ہے اسلام کی تعلیم نہیں۔ آج جبکہ عام مسلمان اسلامی حکومت کی حقیقت سے غافل ہیں تو عنایت اللہ مشرقی جیسا ملحد بھی پکارتا ہے کہ اسلام امیر مطاع کی تعلیم دیتا ہے لہٰذا میری اطاعت کرو۔ مگر یہ اسکا سراسر افترا اور بہتان ہے۔ اسلام اطاعت امیر کی تعلیم اسی صورت میں دیتا ہے جبکہ امیر شریعت غرا کے مطابق حکم کرے لا طاعۃ للمخلوق فی معصیۃ الخالق۔ نیز واجب الاتباع وہی امیر ہے جو آزاد ہو۔ آزاد ملک میں آزادی کے ساتھ اسلامی قانون نافذ کرسکتا ہو۔ ملک میں امن وامان باقی رکھ سکے اور بیرونی حملوں سے ملک کو محفوظ رکھ سکے (ملاحظہ ہو شرح عقائد وغیرہ) مگر بدامنی کا یہ آخری منظر ہے کہ مسلمان انگریز ... کے ... ہیں ... ارے بدبختو پہلے آزادی تو حاصل کرو۔

ہم نے رسالہ حکومت الٰہی اور رسالہ "دستور اساسی امامت امت" میں اسکی شکل مفصل طور سے بیان کر دی ہے اسکا مطالعہ کر کے اسپر عمل کرنا چاہیئے۔ کیونکہ عالم بشریت کی تمام موجودہ مصیبتوں اور دردوں کے لئے سرمایۂ فلاح وسعادت دارین ہے

(۲) حکومت کی دوسری قسم | "حکومت مخترعہ انسانی" یعنی انسانوں کی ایجاد کردہ حکومت جسکو نوع انسان کے مفکرین نے اپنی فکر و تدبر سے ترتیب دیا ہے۔ اور دوسرے انسانوں کو اسکی اطاعت کا حکم کرتے ہیں۔ اگرچہ ہمارے پیش نظر "امامت امت" کی توضیح و تشریح ہے۔ مگر بقول تعرف الاشیاء باضدادہا" اس رسالہ میں حکومت مخترعہ کے اقسام کو بیان کرتے ہیں "فرمان فرمائی مخترعہ" یعنی اس ایجاد کردہ حکومت کا اصول موضوعہ یہ ہے کہ اشرف المخلوقات پر کلی مالکیت اور تصرفات فرمانفرمائی کا حق کسی ایک انسان یا انسانوں کی جماعت کو حاصل ہے۔ انسانوں پر انسان ہی حکمراں ہوگا۔ اسکے سوا کسی کو دخل مداری یا شرکت کا حق نہیں۔ ان اختراعی حکومتوں میں خدا جلیل کو حق حکومت نہیں دیا جاتا۔ اور اس قسم کے فرمانروا اگر خدا برتر و بالا برتر کا اقرار بھی کرتے ہیں تو وہ محض ایک سیاسی فریب ہوتا ہے۔ تاکہ اپنے ملک کے خدا شناسوں اور خدا پرستوں کو قابو میں رکھا جا سکے —— ان اختراعی حکومتوں کے آئین کو اٹھا کر دیکھو۔ مطلق العنانہ قانون سازی کا حق یا تو کسی ایک انسان کو ہوتا ہے۔ یا زیادہ سے زیادہ کسی جماعت کو ہوتا ہے۔ جو اپنے من مانے قانون بنالیتی ہے اور کسی کو اس سے باز پرس کا حق نہیں ہوتا —— دونوں قسم کی حکومتوں کے اصول موضوعہ کو اور بنیادی اصول کا لحاظ کرتے ہوئے آسانی سے کہا جا سکتا ہے کہ حضرت خالق کے حکم کی تعمیل اور اسکی پرستاری ایک فطری چیز ہے جو انسانی شرف کے عین مطابق ہے۔ اور اس کے بالمقابل اپنے جیسے ناپائیدار اور اغراض پرست انسانوں کے حکم اور قانون کی پرستش غیر فطری چیز ہے۔ جو شرف انسانی کے سراسر مخالف ہے اور بشری عدل و مساوات کی ساری تعمیر کو مسمار کر دینے والی۔

لہذا ایسے تمام مذاہب کو جو حضرت خالق ذوالجلال کی مالکیت مطلقہ کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ خداوند ذوالجلال کے علاوہ کسی کے لئے بھی جامعہ اشرف المخلوقات پر مالکانہ تصرفات کو قبول نہیں کر سکتے۔ وہ جانتے ہیں کہ آفتاب حقیقت کے سامنے چراغ مجاز نور افشانی کا کبھی بھی حق نہیں رکھ سکتا۔ ایسا چراغ روشن ہونے سے پہلے ہی گل ہے

تقسیم حکومت مخترعہ

حکومت اختراعی یا حکومت مصنوعی کی دو قسمیں تصور میں آسکتی ہیں۔ (۱) مرکزی (۲) لامرکزی

وجہ حصر یہ ہے کہ اس قسم کی مصنوعی حکومتوں میں دو مرکز ہوتے ہیں۔ ایک مرکز حکم یعنی قانون ساز مرکز۔ جو قانون بناتا ہے۔ دوسرا مرکز اجراء و تنفیذ یعنی وہ مرکز جو پہلے مرکز کے بنائے ہوئے قانونوں کو نافذ اور جاری کرتا ہے۔ اسکو بذات خود کسی قانون کے بنانے کا حق نہیں ہوتا۔

اضافہ | مثال کے طور پر ہندوستان کی سابق وزارتیں جو مستعفی ہو چکیں پیش کی جا سکتی ہیں۔ ان وزارتوں کے وزراء کو قانون بنانے کا حق نہیں۔ بلکہ قانون بنانیکا حق اسمبلی کو ہوتا ہے۔ یہ وزراء اسمبلی کے منظور کردہ قانون کو نافذ کرتے ہیں۔ یہ فرق ضرور ہے کہ غلام ہندوستان میں مرکز حکم یعنی اسمبلی کے اوپر بھی ایک طاقت ہے جو غلامی کی رسی ہندوستانیوں کی گردنوں میں ڈالے ہوئے ہے اس طاقت کا نام گورنر یا وائسرائے یا وزیر ہند یا پارلیمنٹ ہے۔ اگر یہ طاقتیں نہ رہیں اور اسمبلیوں کو سیاہ سپید کا اختیار مل

المختار للفتوی

باب صفة الاذان

وصفته معروفة ولا ترجیع فیه - والاقامة مثله وهما سنتان للصلوات الخمس والجمعة - ویزید فی اذان الفجر بعد الفلاح الصلوة خیر من النوم مرتین - وفی الاقامة قد قامت الصلوة مرتین - ویرسل الاذان ویحدر الاقامة ویستقبل بهما القبلة ویجعل اصبعیه فی اذنیه - ویحول وجهه یمینا وشمالا بالصلوة والفلاح - ویجلس بین الاذان والاقامة الا المغرب - ویکره التلحین فی الاذان - واذا قال حی علی الصلوة قام الامام والجماعة واذا قال قد قامت الصلوة کبروا - وان کان الامام غائبا او هو المؤذن لا یقوموا

اذان کا طریقہ اذان کا طریقہ عام طور پر معلوم ہے - اذان میں ترجیع نہیں ہوتی - تکبیر بھی اذان کی طرح ہی ہے اذان اور تکبیر پانچوں نمازوں اور جمعہ کے لئے مسنون ہیں - اذان صبح میں حیّ علی الفلاح کے بعد دو مرتبہ "الصلوٰة خیر من النوم" کا اضافہ کرے - اور تکبیر میں دوبار "قد قامت الصلوٰة"

اذان کو ٹھہر ٹھہر کر کہے اور تکبیر کو لگاتار پڑھے - اذان اور تکبیر کہنے کے وقت قبلہ کی طرف رخ رکھے - اور دونوں انگلیوں کو کانوں میں کرے - حیّ علی الصلوٰة اور حیّ علی الفلاح کہتے ہوئے چہرہ کو دائیں اور بائیں جانب پھیرے - اذان اور تکبیر کے درمیان مغرب کے سوا دیگر اوقات میں (کچھ دیر) بیٹھ جائے - اور اذان میں لحن کرنا مکروہ ہے - اور جب "حیّ علی الصلوٰة" کہے تو امام بھی کھڑا ہو جائے اور جماعت کے آدمی بھی - اور جب "قد قامت الصلوٰة" کہے تو تکبیر تحریمہ کہدیں - اور جب امام موجود نہ ہو - یا امام ہی موذن ہو (یعنی امام نے ہی اذان پڑھی ہو) تو جب تک امام سامنے نہ آجائے کھڑے نہ ہوں - اور قضا نماز کی اذان بھی پڑھے اور تکبیر بھی کہے -

حاشیہ عربی عہ رمزہ (ف) اخلافا للشافعی - فانه یقول بالترجیع ووافقه مالک وهو روایة عن احمد ۱۲ شرح نقایہ
عہ رمزہ ف - اے خلافا للشافعی فانه یقول بایتار الاقامة - وقال به مالک احمد واسحاق (ترمذی شریف) عہ رمزہ سم اے خلافا لابی یوسف ومحمد فانهما قالا لا یجلس جلسة خفیفة کما فی سائر الصلوات (شرح نقایہ)
للعہ رمزہ س - ف - قال ابو یوسف یشرع الامام فی الصلوة اذا فرغ المؤذن من قوله قد قامت الصلوة - وقال مالک والشافعی یؤخر الشروع الی الفراغ من الاقامة - واستواء الصفوف - قال الملا علی القاری والجمهور علی قول ابی یوسف لیدرک المؤذن اول -

حاشیہ اردو ترجیع کی شکل یہ ہوتی ہے کہ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ کو موذن ایک ایک مرتبہ معمولی آواز سے کہے اور پھر بلند آواز سے کہے - پھر اسی طرح اشہد ان محمدا رسول اللہ کو ایک ایک مرتبہ معمولی آواز سے کہے اور پھر بلند آواز سے کہے - اس صورت سے یہ دونوں کلمے موذن آٹھ مرتبہ کہے گا - چار مرتبہ معمولی آواز سے چار مرتبہ بلند آواز سے - امام شافعی اور امام مالک رحمہما اللہ اسی شکل کی فضیلت کے قائل ہیں - احناف کے ہاں یہ شکل افضل نہیں ۱۲ عہ یعنی اللہ اکبر ایک سانس میں اور باقی تمام کلمے ایک ایک سانس میں کہے اور بیچ میں سکتہ کرے کہ جواب دینے والا جواب دے سکے - اور تکبیر میں چار اللہ اکبر ایک سانس سے کہیگا - پھر ہر کلمہ کے لئے علیحدہ علیحدہ سانس یا بیچ میں سکتہ نہیں کریگا عہ یعنی گانے کے طرز پر آواز کو بنانا - واللہ اعلم عہ امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک یہ شکل مستحب و افضل ہے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ جب موذن قد قامت الصلوٰة کہہ چکے تب امام تکبیر تحریمہ کہے اور امام شافعی اور امام مالک رحمہما اللہ کے نزدیک جب موذن تکبیر سے فارغ ہو تب امام تکبیر تحریمہ کہے - بہر حال یہ اختلاف [illegible] ہے کہ کونسی شکل افضل ہے - اگر ایسا نہ کیا جائے تو کراہت یا گناہ کسی کے نزدیک بھی نہیں - ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ جمہور مسلمانوں اور اہل حرمین کا عمل امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے قول کے بموجب ہے [illegible] نقایہ - عہ جبکہ پوری نماز [illegible] قضا ہو جائے - مثلاً [illegible]

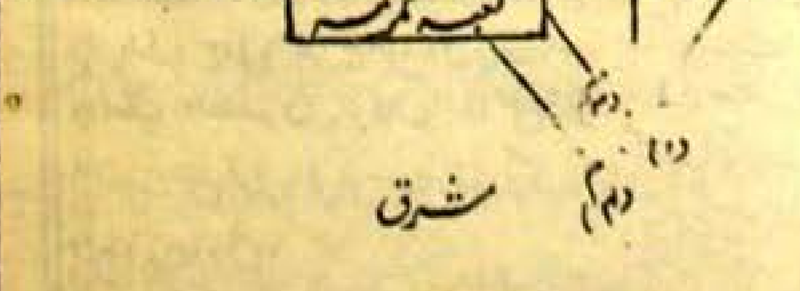
ولا یؤذن لصلوٰۃ قبل دخول وقتھا ولا یتکلم فی الاذان والاقامۃ - و
یؤذن ویقیم علیٰ طھارۃ ویکرہ اذان الجنب واقامۃ المحدث۔
باب مایفعل قبل الصلوٰۃ ۔ وھی ست فرائض - طھارۃ البدن من النجاستین
وطھارۃ الثوب وطھارۃ المکان - وستر العورۃ - واستقبال القبلۃ - والنیۃ
وعورۃ الرجل ما تحت سرتہ الی تحت رکبتہ - وکذلک الامۃ - وبطنھا وظھرھا
وجمیع الحرۃ عورۃ - الا وجھھا وکفیھا - وفی قدمیھا روایتان ومن کان
بمکۃ ففرضہ اصابۃ عین الکعبۃ ومن کان نائیاً عنھا فاصابۃ جھتھا۔

اور کسی نماز کی اذان اس کے وقت سے پہلے نہ پڑھے - اور نہ اذان کے بیچ میں بات کرے - اور نہ تکبیر کے بیچ میں۔
اور اذان اور تکبیر باوضو کہے - جنبی شخص کی اذان اور بے وضو کی تکبیر مکروہ ہے۔

وہ افعال جو نماز سے پہلے کئے جائیں ایسے فرض چھ ہیں (۱) بدن کا پاک ہونا دونوں قسم کی یعنی حقیقی اور حکمی)
ناپاکیوں سے　(۲) کپڑے کا پاک ہونا (۳) جگہ کا پاک ہونا (۴) ستر کا چھپانا (۵) قبلہ کی طرف رخ کرنا (۶) ارادہ۔
یعنی نیت - مرد کا ستر ناف کے نیچے سے گھٹنوں تک - ایسے ہی باندی کا نیز باندی کا پیٹ اور اسکی پیٹھ بھی (ستر ہی)
اور آزاد عورت کا تمام بدن ستر ہے (صرف اس کا چہرہ اور ہتھیلیاں ستر سے خارج ہیں) اور عورت کی قدموں کے
بارے میں دو روایتیں ہیں - اور جو شخص مکہ میں ہو تو خاص کعبہ کی سیدھ میں (نماز پڑھنا) اسپر فرض ہے - اور جو شخص مکہ سے بعید ہو اسپر کعبہ

حاشیہ عربی ے رمزہ ف اے خلاف للشافعی
لعل الخلاف فی ان السرۃ من العورۃ ام لا - والمفہوم
کلام المصنف ان السرۃ لیست بعورۃ - ھکذا یفہم
من شرح نقایہ ۱۲ - ے رمزہ ف اخرج الشافعی الرکبۃ
من العورۃ وقصر مالک العورۃ علی السوأتین وھما
القبل والدبر ۱۲ شرح نقایہ

اردو حاشیہ حقیقی ناپاکی یعنی حسی ناپاکی مثلاً پاخانہ پیشاب وغیرہ جسکو عام طور سے ناپاکی
مانا جاتا ہے - اور حکمی ناپاکی یعنی وضو نہ ہونا - یا جنابت یا حیض و نفاس واللہ
اعلم بالصواب ے نیت نماز کے لئے شرط ہے مگر اس کا وہ مطلب جو عام طور
پر خیال کر لیا گیا ہے کہ کوئی عربی یا اردو کی عبارت پڑھی جائے - بلکہ مقصود
یہ ہے کہ ارادہ کر کے نماز پڑھی جائے - پھر اسی ارادہ کو زبان سے ادا کر دیا
جائے تو افضل ہے - اور اگر ارادہ تو ہوا نہیں اور عبارت پڑھ دی گئی
تو نماز نہیں ے یعنی جو کسی کی مملوک ہو - ہندوستان میں اس قسم کی باندیاں
موجود نہیں - یہاں تمام عورتیں آزاد ہیں ۱۲ ے یعنی جو شخص کعبہ مکرمہ کو دیکھ رہا ہو - علامہ ابن ہمام نے اس طرح تفصیل فرمائی ہے
جو مسجد حرام میں نماز پڑھ رہا ہے اس کا قبلہ خاص بیت اللہ ہے - اور مکہ والوں کا قبلہ مسجد حرام اور حرم والوں کا قبلہ مکہ - اور سارے
عالم کا قبلہ حرم - حاصل یہ ہے کہ قبلہ یعنی وہ جگہ جس کی طرف منھ کر کے نماز پڑھنا چاہیئے وہ تو خاص بیت اللہ شریف ہی ہے لیکن
جو شخص سامنے کھڑا دیکھ رہا ہے اس کے لئے تو لازم ہے کہ اس طرح کھڑا ہو کہ اس کی پیشانی کی سیدھ میں بیت اللہ شریف
کا کوئی حصہ ضرور آ جائے - لیکن جو لوگ بیت اللہ شریف کو نہیں دیکھ رہے اور دور دراز ممالک میں رہتے ہیں ان کے لئے لازم
تو یہی ہے کہ وہ اس کی جد و جہد کریں (اور یہ) نیت رکھیں کہ وہ اس طرح نماز پڑھ رہے ہیں کہ کعبہ مکرمہ ان کی پیشانی کی سیدھ میں ہے
مگر یہ بھی یقینی ہے کہ یہ ضروری نہیں کہ جس سمت کو ہم نے ایسا خیال کیا ہے وہ درحقیقت یہی شان رکھتی ہو - تو اب اس دشواری
کو حل کرنے کے لئے یہ بیان کیا جاتا ہے کہ دور دراز ممالک کے رہنے والوں کے لئے صرف سمت کعبہ کا رخ کافی ہو جاتا ہے - سمت کعبہ
سے مراد وہ خط لیا جاتا ہے جو اہل ہند کے لحاظ سے شمالاً جنوباً گذرتے ہوئے کعبہ پر گذر رہا ہو اب اگر اس خط کا کوئی حصہ نمازی کی سیدھ
میں آ جائیگا تو اسکی نماز ہو جائیگی مثال کیلئے ذیل کا نقشہ ملاحظہ ہو۔



اس نقشہ میں م سے مراد مصلی یعنی نمازی ہے - اب جد و جہد تو یہ
ہونی چاہیے کہ مصلی م ۱ کی طرح خانہ کعبہ اسکی پیشانی کی سیدھ
میں ہو - لیکن اگر ایسا نہ ہو سکا اور م ۲ یا م ۳ کی طرح اس کی
پیشانی کی سیدھ میں سمت کعبہ رہا تب بھی نماز ہو جائیگی واللہ اعلم
بالصواب - محمد میاں عفی عنہ۔

مختصر فہرست مضامین

علمائے ہند کی شاندار ماضی

ہندوستان کی چارسو سالہ سیاست۔ علماء ملت کی چارصد سالہ سیاسی، علمی اور تبلیغی خدمات۔ سیاسی نظریات۔ جذبات۔ ایثار۔ اور قربانیاں جو آج تک پردہ خفا میں تھیں اس کتاب نے مستند تاریخی حوالجات کے ذریعہ سے ان کا بے نقاب مرقع عزیزان ملت اور نونہالان وطن کے سامنے پیش کیا ہے۔ گر قبول افتد زہے عز و شرف۔ مضامین کی مختصر فہرست درج ذیل ہے۔ قیمت قسم اول [illegible] ہے۔ قسم دوم [illegible] ہے۔ محصول ڈاک ۹/

حصہ چہارم

حصہ پنجم

سیدنا شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب

معجون شباب آور (رجسٹرڈ)

قوت مردمی اور دل و دماغ کیلئے مشہور دوا ہے

زہریلی اور نشہ کی چیز سے بالکل پاک ہے۔ مشک عنبر مروارید وغیرہ سے بنائی جاتی ہے۔ تمام ہندوستان میں اس کے بےنظیر فوائد کا اعتراف کیا گیا ہے

قیمت فی شیشی پانچ تولہ پانچ روپیہ۔ نمونہ کی شیشی ایک تولہ ایک روپیہ

تار کا پتہ "ہمدرد دہلی"

منیجر ہمدرد دواخانہ یونانی دہلی

اطلاع

ہمارے بہت سے کرمفرما خط و کتابت کے وقت اپنا پتہ اور نام گھسیٹ اور شکستہ خط تحریر فرما دیتے ہیں۔ ادارہ کو اس سے تکلیف ہوتی ہے اور بعض اوقات تعمیل میں تاخیر ہو جاتی ہے۔ کبھی غلط پتہ ہونے کے سبب خریدار کو نہیں پہنچا۔ لہٰذا پتہ اور نام واضح صاف تحریر کریں

فہرست مضامین

اساس انقلاب یا مراقبۂ نماز

یہ کتاب حضرت علامہ مولانا محمد بن عبداللہ عرف مولانا منصور انصاری کی بیش بہا تحقیقات کا مبارک ثمرہ ہے اس میں نماز کی سیاسی حیثیت۔ ایمانی اور روحانی فلسفہ اور منشار شریعت کے بموجب نماز کے حقیقی مقصد کو نہایت مدلل اور مستحکم طور پر بیان کیا گیا ہے۔ ضمنی طور پر بہت سے مضامین سلسلہ کلام میں آگئے ہیں۔ ذیل کی مختصر فہرست مضامین سے کتاب کی جامعیت اور اسکی عظمت و اہمیت کا اندازہ ہوگا۔ کل صفحات ۹۲ اسائز موزوں

قیمت ۸ر علاوہ محصولڈاک

عالمگیر ہندوؤں کی نظر میں

یہ کتاب اردو زبان میں بلکہ شاید دنیا کی تمام زبانوں میں اپنی نوعیت کی بالکل پہلی انوکھی اور اچھوتی کتاب ہے۔ اس کتاب میں مستند فارسی حوالوں سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ اورنگ زیب عالمگیر کا واقعی برتاؤ ہندوؤں کے ساتھ کیا تھا۔ موضوع کی نزاکت کے پیش نظر مصنف نے اس سلسلہ میں صرف ہندوؤں کی شہادت کو وقیع سمجھا ہے۔ چنانچہ رائے چندر بھان برہمن اور منشی مادھو رام سے لیکر لوکمانیہ تلک تک کے زمانہ کی جتنی شہادتیں اس کتاب میں درج ہیں وہ سب ہندوؤں ہی کی ہیں۔ اس کتاب کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ مصنف نے اپنی رائے کا اظہار بہت کم کیا ہے۔ اقتباسوں اور حوالوں کو نقل کرکے فیصلہ پڑھنے والے پر چھوڑ دیا ہے۔ اس کتاب میں نہایت کامیابی کے ساتھ یہ ثابت کیا گیا ہے کہ آجکل جن ٹوٹے ہوئے بتوں کو عالمگیر کی ظالمانہ تنگ نظری کا ثبوت بتایا جاتا ہے وہ درحقیقت خود ہندوؤں کے توڑے ہوئے ہیں۔ اسکے بعد عالمگیر کی سلطنت میں ہندوؤں کا حصہ بتلا کر اور اس مسئلہ پر قدیم و جدید ہندو محققوں کی تصنیفوں۔ تقریروں مقالوں اور مضمون نگاروں کے اقتباسات دیکر اصل حقیقت کو بالکل بے نقاب کر دیا ہے۔ قیمت عہر علاوہ محصول ڈاک۔ ملنے کا پتہ

کتب خانہ فخریہ شاہی کمپنی۔ امروہیہ گیٹ مراد آباد

تاریخ القائد ۱۳۵۷ھ

قواعد و ضوابط رسالہ

جریدہ خجستہ بنیاد ۱۳۵۷ھ

(۱) رسالہ کا نیا سال محرم سے شروع ہوتا ہے اور انگریزی ماہ کی ۱۰ تاریخ تک رسالہ تیار ہو جاتا ہے اور ۱۵ کو ڈاک خانہ میں بھیج دیا جاتا ہے۔

(۲) اندرون ہند انگریزی ماہ کی ۲۰ تک رسالہ نہ پہنچے تو فوراً دفتر کو اطلاع دی جائے۔

(۳) اگلے ماہ کی ۱۰ تاریخ کے بعد رسالہ نہ پہنچنے کی شکایت ہوگی تو رسالہ قیمت سے بھیجا جائے گا۔

(۴) پتہ صاف اور خوشخط تحریر فرمایا جائے۔ اگر انگریزی کے پتہ کی ضرورت ہو تو اس سے بھی مطلع فرمایا جائے

(۵) خط و کتابت کے وقت نمبر خریداری کا حوالہ ضرور دیں۔

(۶) جواب طلب امور کے لئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہیے ورنہ دفتر جواب کا ذمہ دار نہ ہوگا۔

(۷) مہذب اشتہارات شائع کئے جا سکتے ہیں۔ بشرطیکہ اجرت پیشگی ادا فرمائی جائے

(۸) مہذب اور مستند مضامین شائع کئے جا سکتے ہیں مگر مسلک کے مخالف مضامین پر سنجیدہ تبصرہ بھی کیا جائیگا

(۹) چندہ سالانہ بذریعہ منی آرڈر آنا چاہیے

(۱۰) ترسیل زر بنام مولانا حکیم انتظار احمد صاحب مدیر انتظامی رسالہ قائد مراداباد ہونی چاہیے۔

(۱۱) ایجنسی کی شرائط خط و کتابت سے طے کی جائیں۔

شرح چندہ

اندرون ملک		بیرون ملک	
سالانہ	عہ	سالانہ	۳ شلنگ
ششماہی	۱۲ر	نمونہ	مفت
فی پرچہ	۲ر		

اجرت اشتہارات

ایک صفحہ		½ صفحہ	¼ صفحہ
ایک مرتبہ	ہے	صر	۱۲ر
ایک سال یعنی ۱۲ مرتبہ	معہ	للعہ	دعہ

ہر شہر اور قصبہ میں دیانتدار ایجنٹوں کی ضرورت ہے کمیشن معقول دیا جاتا ہے

مقاصد رسالہ

(الف) سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام اور بالخصوص اصحاب صفہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مبارک اور مستند حالات پیش کر کے مسلمانوں کی مذہبی سیاسی اور اقتصادی یعنی مالی صنعتی اور تجارتی اصلاح۔ (ب) تاریخ عالم اور اقوام دنیا کے عروج و زوال کے فلسفہ اور وجوہات پر بحث کر کے مسلمانوں میں جذبات ترقی و عروج پیدا کرنا۔ ❖ ❖

(ج) عربی طلبہ میں عربی زبان کا مذاق پیدا کرنا۔ ❖ ❖ ❖ ❖

(د) ہندوستان و حجاز میں صحافتی رابطہ قائم کرنا۔ ❖

علماء کرام اور طلبہ کو مژدہ!

عربی زبان میں مضمون نگاری کی ضرورت کا احساس عرصہ سے کیا جاتا ہے: رسالہ قائد نے بنام خدا اس ضرورت کے پورا کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ چنانچہ کم از کم دو ورق اس مقصد کے لئے خاص رہیں گے، جن میں عربی مضامین اور عربی اشعار ہوں گے حضرت علامۃ الحاج مولانا محمد اعزاز علی صاحب اور ادیب عرب حضرت مولینا عبد الحق صاحب مدنی مدیر جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد اس حصہ کی خصوصیت سے سرپرستی فرمائیں گے

انصاری گھٹی

بچوں کو تندرست بناتی ہے اُن کے تمام امراض کا لاثانی علاج ہے۔ تمام گھٹیوں سے زیادہ مفید اور ارزاں ——!!
قیمت فی شیشی صرف ۴ر
انصاری دواخانہ، فیل خانہ مراد آباد

عکس ارشادات مبارکہ

سیدنا شیخ الاسلام مجاہد جلیل حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی دام ظلہم "سرپرست رسالہ قائد"

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

میں نے رسالہ قاید کے بعض بعض مضامین دیکھے میں پہلے ہی سے اسکے کارکنوں سے واقف ہوں۔ یہ سب باذن اللہ ماہرین علم و فضل اور صحیح الخیال اشخاص اور اہل کمال افراد ہیں۔ انہیں بہت سے حضرات نے خدمات ملیہ اور دینیہ میں عالی ہمتی کے ساتھ بہت سی قربانیاں بھی دی ہیں مجھکو قوی امید ہے کہ قوم مسلم اور تمام ہندوستانیوں کیلئے ان حضرات اور اس رسالہ کی رہنمائی نہایت صحیح اور بہت زیادہ مفید اور کارآمد ہوگی۔ میں تمام ہندوستانیوں اور بالخصوص مسلمانوں سے پرزور اپیل کرتا ہوں کہ وہ اس رسالہ کی ہمت افزائی کریں اور اسکی خدمت میں بشاشت نفس حصہ لیکر اپنے فرائض سے سبکدوشی حاصل کریں۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسکو شش میں توفیق عمل اور توفیق اصلاح دے اور ہر قسم کی خرابیوں سے بچائے۔ آمین۔ وباللہ التوفیق

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ
۱۶۔ ربیع الاول ۱۳۵۵ھ

ترسیل رقوم کا پتہ
(مولوی حکیم) انظار احمد "فیل خانہ" مراد آباد

(مولانا سید) محمد میاں پرنٹر و پبلشر نے شاہی برقی پریس میں چھپوا کر شائع کیا

مستقل عنوانات

جن کے ماتحت مستند اور دلچسپ مضامین ہر رسالہ میں آتے رہیں گے

(۱) تعلیمات فرقان و احادیث
(۲) ترجمہ "تفسیر ابن کثیر"
(۳) سیرت مقدسہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم
(۴) تاریخ عالم ❖ ❖ ❖ ❖
(۵) سیرت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ❖ ❖ ❖ ❖
(۶) سیرت اصحاب صفہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ❖ ❖ ❖
(۷) تاریخ اسلام ❖ ❖ ❖
(۸) فقہیات یعنی دینی مسائل کے سلسلہ میں حضرت علامہ ابو الفضل مجد الدین عبد اللہ موصلی متوفی ۶۸۳ھ کی مشہور مگر نایاب اور قلمی کتاب "المختار للفتوی مع ترجمہ و حاشیہ"
(۹) نادر اور قلمی کتابوں کی اشاعت
(۱۰) سیاسیات مسلم ❖ ❖ ❖
(۱۱) اقتصادیات مسلم ❖ ❖ ❖
(۱۲) سیاسیات حاضرہ ❖ ❖ ❖
(۱۳) سیاسی روزنامچہ ❖ ❖
(۱۴) فلسفہ ایمان ❖ ❖ ❖
(۱۵) علمی اور اصلاحی افسانے
(۱۶) ادبیات ❖ ❖ ❖ ❖
(۱۷) رنات العرب یعنی تازہ بتازہ عربی اشعار اور مضامین ❖ ❖
❖ واللہ الموفق والمعین

تصدیق کے لئے نمونہ طلب فرمائیے!
(پتہ صاف تحریر فرمائیے)

معجون تحفہ زرخیز

جملہ امراض کے لئے اکسیر ہے دماغ اور قلب و جگر جملہ اعضاء رئیسہ اور امساک و قوت باہ کے لئے بے نظیر ہے۔ مجربات اطباء کے سینہ بسینہ نسخوں کا انمول موتی ہے
قیمت قسم اول ۱۲ر دو خوراک ہمراہ
قسم دوم ۱۲ر دو خوراک ہمراہ
انصاری دواخانہ، فیل خانہ مراد آباد

محررہ دار الکتابت مراد آباد

JALALI ART PRINTING & LITHO WORKS MORADABAD. (Title Only)